(۷۸۶)

اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیہم

کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر اتاری کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے

ماہِ میلاد مبارک

۱۳۳۷ھ

معجزات النبیؐ

بتقریب

عید میلاد النبیؐ

(فداہٗ ابی و اُمّی)

جسے

نور بخش ایم۔ اے حنفی نقشبندی توکّلی

نے

انجمن نُعمانیہ ہند لاہور کے لئے تالیف کیا

بغرضِ افادۂ برادرانِ اسلام

انجمن مذکور کی طرف سے

گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر

چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا بِبَعْثَۃِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَآتَاہُ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ الْبَاہِرَۃِ وَالْآیَاتِ الْقَاہِرَۃِ مَالَا یُعَدُّ وَلَا یُحْصٰی۔ وَاخْتَصَّہٗ بِکِتَابٍ ھُوَ اَوْضَحُ فِی الدَّلَالَۃِ عَلٰی رِسَالَتِہٖ مِنْ اِبْرَاءِ الْاَکْمَہِ وَالْاَبْرَصِ وَاِحْیَاءِ الْمَوْتٰی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ ھُوَ وَسِیْلَتُنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی۔ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْغُرِّ الْکِرَامِ اُولِی النُّھٰی۔ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ مَادَامَتِ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوٰتُ الْعُلٰی۔

امّا بعد فقیر توکّلی حسب معمول برادران اسلام کو مبارک باد دیتا ہے کہ یہہ ماہ میلاد مبارک ربیع الاول ہے۔ جس میں دنیا کو سب سے بڑی نعمت عطا ہوئی۔ ہم پر بعنواے وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ[۱] واجبہ ہے کہ مولود شریف کی مجلسیں منعقد کرائیں۔ اور اُن میں اِس نعمت کی عظمت کو حسب طاقتِ بشری بیان کریں۔ اور درود و سلام و قیام اور خیرات و صدقات سے اظہارِ تعظیم و توقیر و محبت کریں۔

تہنیت بادا محمد مصطفٰے پیدا ہوا
مظہر شانِ جناب کبریا پیدا ہوا

کشتئے دُنیا بچائی جس نے موج کفر سے
شہر مکہ میں اک ایسا ناخدا پیدا ہوا

جس کے دم سے ظلمتیں کافور عالم کی ہوئیں
وہ عرب کے ملک میں نورالہدےٰ پیدا ہوا

[۱] ترجمہ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر ۱۲

کل جہاں کے حق پرستوں کو بصد عیش و نشاط
آسماں والو چلو آئو زیارت کو اِدھر
مژدہ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ[۱] جس کی طاعت سے ملا
جس کا جلوہ حضرتِ موسیٰ نے دیکھا طور پر
جس کے آنے کی بشارت حضرتِ عیسیٰ نے دی
خُلق سے جس نے مسخر کر لئے دُنیا کے دل
قیصر و کسریٰ کو جس کے خادموں نے دی شکست

ہو مبارک شافعِ روزِ جزا پیدا ہوا
آمنہ کے گھر میں شاہِ انبیا پیدا ہوا
آج وہ دُنیا میں محبوبِ خدا پیدا ہوا
وہ رسولِ ہاشمی خیر الوریٰ پیدا ہوا
فضلِ خالق سے وہ احمد مجتبیٰ پیدا ہوا
صاحبِ خلقِ عظیم و نیک بہا پیدا ہوا
وہ سپہ سالارِ میدانِ وغا[۲] پیدا ہوا

قومِ مُسلم آج کر لے جتنی چاہے تو خوشی
دین اور دُنیا میں تیرا آسرا پیدا ہوا

اس عاجز نے سال گزشتہ میں اس تقریب پر رسالہ حلیۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا۔جس میں ضمنی طور پر آپ کے جسمِ اطہر کے بعض معجزات بھی مذکور ہیں۔ لہٰذا اِس سال مناسب معلوم ہوا کہ آپ کے معجزات اور بالخصوص اعجاز القرآن پر کچھ لکھا جائے۔ وھو الموفق والمعین۔

اللہ تعالےٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے پیغمبر بھیجے۔ اور اُن کی رسالت کے ثبوت کے لئے بطور دلائل اُن کو معجزات[۳] عنایت کئے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ

---

[۱] اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران۔ع ۴)۔ ترجمہ تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی۔ تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

[۲] وغا بالفتح جنگ ۱۲

[۳] خارق عادت امر جو مدعی نبوت سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتا ہے ۱۲

عطا نہ ہوا ہو۔ مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اکثر و اقوے اور اظہر و اشہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ اُن کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے۔ قرآن کریم کو دیکھئے۔ کہنے کو تو ایک معجزہ ہے۔ مگر اُس میں ہزار ہا معجزے ہیں۔ کیونکہ فصحاے قریش سے قرآن کی کسی ایک سورت کا معارضہ طلب کیا گیا۔ تو وہ عاجز آگئے۔ اب جائے غور ہے کہ قرآن میں چھوٹی سے چھوٹی سورت کوثر ہے جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات ہیں۔ اور بقول بعض قرآن میں ۷۷۹۳۴[1] کلمے ہیں۔ پس اگر سورۂ کوثر کی مقدار کلمات قرآن کے اجزاء بنائے جائیں۔ تو قریباً سات ہزار ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک جزء فی نفسہ معجزہ ہوگا۔ پھر اگر بلاغت و اسلوب و اخبار غیب وغیرہ وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے۔ تو سات ہزار کی تضعیف ہوتی جائے گی۔ پس آپ حساب کرلیں کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہیں۔ اعجاز قرآن کی بحث سے پہلے یہاں چند اور معجزے ذکر کیے جاتے ہیں۔ جس سے ناظرین حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی وسعت کا اندازہ لگا سکیں گے۔

پہلا باب

عالم علوی کے متعلق معجزات

اسراء و معراج شریف

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اخص خصائص اور اظہر معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اسراء و معراج کی فضیلت سے خاص کیا۔ اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف و مکرم نہیں فرمایا۔ اور جہاں تک آپ کو

[1] خصائص کبرے للسیوطی مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۱

پہنچا یا کسی کو نہیں پہنچایا۔ اور جو آیات و عجائبات آپ کو دکھائے وہ کسی کو نہیں دکھائے۔ ؎

بدید آنچہ از حد دیدن بروں بود ✧ مپرس از ما زکیفیت کہ چوں بود

بلکہ اگر دیگر انبیاء کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کئے جائیں۔ تو اُن کا مجموعہ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ایک فضیلت (یعنی معراج اور اُس میں جو انوار و اسرار اور حب و قرب آپ کو حاصل ہوا) کے برابر نہ ہوگا۔ اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے۔ اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (سورہ بنی اسرائیل۔ شروع)۔

ترجمہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں دی ہیں تاکہ ہم اُس کو اپنے چند عجائبات اور نشانیاں دکھلائیں۔ بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا انتہےٰ۔ یہ آیت شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے۔ اور اس کا اخیر کا حصہ لنریہ من ایاتنا معراج شریف کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسجد اقصےٰ تک لے گیا تاکہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر عجائب ملکوت و ربوبیت دکھلائے کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات و معجزات کا ظہور آسمانوں پر ہے۔ اور اُن امور پر مقصور نہیں جو مسجد اقصےٰ میں ظاہر ہوئے۔ مسجد اقصےٰ میں لے جانا تو اُس کا مبدا ہے۔ اور فَکَانَ[۱] قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (سورہ نجم) میں بنا بر تحقیق منتہائے معراج کا ذکر ہے۔ صحیح یہ ہے

[۱] ترجمہ پھر رہ گیا فرق دو کمان کا سا یا اُس سے بھی نزدیک۔ پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا انتہےٰ

کہ اسراء و معراج شریف ہر دو جسد مبارک کے ساتھ حالتِ بیداری میں ایک ہی رات وقوع میں آئے۔ جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء و متکلمین و صوفیۂ کرام کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کیونکہ آیہ کریمہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ۔ میں لفظ عبد موجود ہے۔ اور عبد مجموعہ جسم و روح کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں کسی اِنسان کو کلمہ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔ مثلاً سورہ مریم میں ہے۔ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔ یعنی یہ ذکر اُس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں۔ سورۂ جنّ میں ہے۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ یعنی جب اللہ کے بندے (محمّد صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم) عبادت کے واسطے کھڑے ہوئے۔ تو جنّ اُن پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ (تا کہ قرآن شریف سُنیں)۔ اسی طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسمِ اقدس مع روح انور ہے۔ پس معراج جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے بھی جو حد تواتر کو پہنچنے والی ہیں یہی ثابت ہوتا ہے۔ فی الواقع اگر خواب میں ہوتا۔ تو کفار انکار نہ کرتے۔ اور بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے۔ کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم ایک لحظہ میں مشرق میں ہیں۔ اور دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور دیگر عقل کے مقلد جو اعتراضات[1] اس پر کرتے ہیں اُن تمام کا جواب اسریٰ بعبدہ

---

[1] اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو۔ تو تحفۂ احمدیہ در ثبوتِ معراج محمدیہ مصنفہ شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹوی چشتی صابری مع حواشی خاکسار دفتر انجمن نعمانیہ ہند لاہور سے طلب فرما کر مطالعہ کریں۔ ۱۲

(اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا) سے ملتا ہے۔ کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع نقائص سے پاک ہے۔ پس اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسم اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں رات کے ایک حصہ میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر جہانتک چاہا لے گیا۔ تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

شقّ القمر

(چاند کو دو ٹکڑے کرنا)

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ٥ (سورہ قمر) ترجمہ پاس آلگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی۔ ٹال دیں اور کہیں یہہ جادو ہے چلا آتا۔

پہلی آیت کا مطلب یہہ ہے کہ قیامت قریب آگئی۔ اور دُنیا کی عمر کا حصّہ قلیل باقی رہ گیا۔ کیونکہ شق القمر جو منجملہ علامات قرب قیامت تھا وقوع میں آگیا۔ پس وانشق القمر سے مراد یہہ ہے کہ شق القمر کا وقوع بالفعل حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہو چکا ہے اسی معنی کی تائید حضرت حذیفہ کی قرأت سے ہوتی ہے جس میں یوں ہے وَقَدِ انْشَقَّ الْقَمَرُ (اور حال یہہ کہ چاند پھٹ چکا) کیونکہ اس صورت میں یہہ جملہ حال ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے اقتراب ساعت اور وقوع انشقاق میں مقارنت کا مقتضی ہوگا۔ اور اسی معنے کی تائید آیۂ مابعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقتضا یہہ ہے کہ شق القمر ایک معجزہ ہے جسے کفار قریش نے دیکھا اور ٹال دیا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ پے درپے

معجزات دیکھ چکے تھے کہ اسے دیکھ کر سحر مستمر بتانے لگے۔ اسی معنے پر مفسرین کا اجماع ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں بصراحت تام یہہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت کفار قریش نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی نشانی طلب کی جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو۔ پس آپ نے اُن کو یہہ معجزہ دکھایا۔ اس معجزے کے راوی حضرت علی۔ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابن عمر۔ ابن عباس اور انس وغیرہ رضی اللہ تعالٰے عنہم ہیں۔ اِن میں سے پہلے چار صحابہ کرام نے تو بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے[1] ہو گیا۔ ایک ٹکڑہ ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پر تھا۔ یہہ وہ معجزہ ہے کہ کسی دوسرے کے لیئے وقوع میں نہیں آیا۔ اور بطریق تواتر ثابت ہے

سوال

کیا اہل مکہ کے سوا اور لوگوں نے بھی شق القمر دیکھا؟

جواب

اہل مکہ کے علاوہ اطراف سے آنے والے مسافروں نے بھی شق القمر کی شہادت دی۔ چنانچہ مسند[2] ابی داؤد طیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) میں بروایت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

---

[1] بعض قصہ خوان بیان کیا کرتے ہیں کہ چاند جناب رسالتمآب کی جیب میں داخل ہوا۔ اور آستین سے نکل گیا۔ مگر یہہ بے اصل ہے ۱۲

[2] مسند ابی داؤد طیالسی مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن۔ جزء اول۔ صـ ۳۸ +

کفار قریش نے دیکھ کر کہا کہ یہہ ابو کبشہ[۱] کے بیٹے کا جادو ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ مسافر جو آئیں گے۔ اُن سے پوچھیں گے۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ (حضرت) محمدؐ کا جادو تمام لوگوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ مسافر آئے۔ اور اُنہوں نے بھی کہا کہ ہم نے شق القمر دیکھا ہے۔ انتہے۔ اگر بالفرض بعض جگہ نظر نہ آیا تو اس کا جواب یہہ ہے کہ اختلاف مطالع کے سبب بعض مقامات میں چاند کا طلوع ہوتا ہی نہیں۔ اسی لئے چاند گہن سب جگہ نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ دوسری جگہوں میں ابر یا پہاڑ وغیرہ چاند کے آگے حائل ہو جاتا ہے۔

سوال

اگر شق القمر حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں وقوع میں آیا جسے اب تیرہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ تو یہہ کس طرح قرب قیامت کا نشان ہو سکتا ہے۔ جو اب تک نہیں آئی

جواب

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک اور آپ کی نبوّت قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ یعنی اس امر کا ایک نشان ہے کہ دُنیا کی عمر کا اکثر حصّہ گزر چکا ہے۔ اور بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔

---

[۱] ابو کبشہ حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جدّ مادری تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش تو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور وہ اُن کے خلاف شعریٰ عبور کی پرستش کرتا تھا۔ اس لئے جب جناب رسالتمآبؐ نے بتوں کی پرستش میں قریش کی مخالفت کی۔ اور خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی تعلیم دی۔ تو وہ آپ کو اس مخالفت کے سبب "ابو کبشہ کا بیٹا" کہا کرتے تھے۔

چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بُعِثْتُ[1] اَنَا وَالسَّاعَةَ کَهَاتَیْنِ۔ جس کا مطلب یہہ ہے کہ آپ نے انگشت سبابہ و وسطےٰ کے ساتھ اشارہ کر کے فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اِن دو انگلیوں کی مانند ہے۔ جس قدر وسطےٰ سبابہ سے زیادہ ہے۔ قیامت سے پہلے میرا مبعوث ہونا بھی اسی کی مانند ہے کہ میں پہلے آگیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے آرہی ہے۔ پس جب آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامت ہوئی۔ تو شق القمر کا بالفعل وقوع بھی جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے قرب قیامت کا نشان ٹھیرا۔

ردّ الشّمس

(آفتاب کو واپس لانا)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صہباء[2] میں نبی صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی آرہی تھی۔ اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا۔ پس حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اور نبی صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر پہلے پڑھ لی تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کہ کیا تونے نماز پڑھ لی۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یا اللہ[3] یہہ تیری طاعت

---

[1] مشکوۃ شریف۔ باب قرب الساعۃ ۱۲

[2] صہباء خیبر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے ۱۲

[3] اللھم انہ کان فی طاعتك وطاعۃ رسولك فاردد علیہ الشّمس (شفاء مواہب وخصائص کبرےٰ)۔ اس حدیث کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور ابن مندہ وابن شاہین وطبرانی نے اسے ایسے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں سے بعض صحیح کی شرط پر ہیں۔ اور ابن مردویہ نے اسناد حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ۱۲

ہیں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا۔ پس تو اس کے لئے آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ غروب ہوگیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔ اور اُس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑی انتہے۔ ؂

ماہ را انگشتِ او بشگافتہ ❁ مہر از فرمانش از پس تافتہ

ردّ الشمس کی طرح حبس الشمس بھی حضور کے لئے دو جگہوں میں مروی ہے۔ ایک تو شب معراج کے بعد جب کفار قریش نے آپ سے اپنے قافلوں کی نسبت پوچھا تو آپ نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ چہارشنبہ کے دن آئے گا۔ قریش نے اُس دن کا انتظار کیا یہانتک کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ قافلہ نہ آیا۔ اُس وقت آپ نے دُعا فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھیرا رکھا[1] اور دن بڑھا دیا یہانتک کہ وہ قافلہ آپہنچا۔

دوسرے غزوۂ[2] خندق میں جب آپ کی نماز عصر قضا ہونے کو تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھیرا رکھا یہانتک کہ آپ نے نماز پڑھ لی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَ ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں بسند حسن حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ) اور بیہقی نے اسماعیل بن عبدالرحمن سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (خصائص کبرےٰ۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۸)

[2] دیکھو مواہب ومدارج النبوۃ ۱۲

دوسرا باب

مُردوں کو زندہ کرنا

امام بیہقی[۱] نے دلائل النبوّت میں روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام کی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا یہانتک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اُس کی قبر دِکھا۔ پس اُس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی۔ آپ نے اُس لڑکی کو نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا۔ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ[۲]۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دُنیا میں پھر آجائے۔ اُس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ قسم ہے اللہ کی۔ میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا۔ اور اپنے لئے آخرت کو دُنیا سے اچھا پایا انتہے۔ حافظ ابونعیم[۳] نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آگئے اور کہنے لگے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب ایسا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے۔ بیوی نے کہا۔ اللہ کی قسم ہمارے پاس یہہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا۔ اور اُس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا۔ پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید[۴] بنایا

---

[۱] دیکھو مواہب لدنیہ۔

[۲] ترجمہ۔ میں تیری طاعت کے لئے اور تیرے دین کی تائید کے لئے حاضر و تیار ہوں ۱۲

[۳] خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۶۲۔

[۴] ثرید ایک قسم کا کھانا ہے جو روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت کے شوربا میں تر کرنے سے تیار ہوتا ہے ۱۲

پھر میں اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر اپنی قوم کو جمع کرلے۔ پس میں اُن کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بناکر بھیجتے رہو۔ پس وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہوجاتی۔ تو وہ نکل جاتی۔ اور دوسری آتی یہانتک کہ سب کھاچکے۔ اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا۔ اور اُن پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا جسے میں نے نہیں سُنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا۔ وہ بولی یہہ کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم یہہ ہماری بکری ہے جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے دُعا مانگی۔ پس اللہ نے اُسے زندہ کردیا۔ یہہ سُنکر اُس کی بیوی نے کہا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں انتہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور اُن کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں اور دلائل سے اسے ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیرالجزاء۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی برکت سے بھی مردے زندہ ہوگئے۔ چنانچہ حضرت انس[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی۔ اُس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اُس جوان کو کفن دیا۔ اور اُس کی ماں کی ماتم پرسی کی۔ ماں نے کہا۔ کیا میرا بیٹا مرگیا ہے۔ ہم نے کہا۔ ہاں۔ یہہ سُنکر اُس نے یوں دُعا مانگی۔ "یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے

---

[1] مواہب لدنیہ۔ اس حدیث کو ابن عدی۔ ابن ابی الدنیا بیہقی اور ابونعیم نے نقل کیا ہے ۱۲

کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے۔ تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے''۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اُس جوان نے اپنے چہرے پر سے کپڑا اُٹھا دیا۔ اور کھانا کھایا۔ اور ہم نے بھی اُس کے ساتھ کھایا۔ انتہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّ اَفْضَلَ بَرَکَۃٍ عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ۔

تیسرا باب

بیماروں کو شفا دینا

حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا بیٹا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی۔ اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون ہے۔ اور ہمارے صبح اور شام کے کھانے کے وقت آ دباتا ہے پس ہمیں خرابی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اُس کے سینہ پر پھیرا۔ اور اس کے لئے دُعا فرمائی۔ اُس نے قے کی۔ اور اُس کے پیٹ میں سے کُتّے کے سیاہ پلّے کی مانند نکلا اور وہ تندرست ہوگیا۔ انتہے۔ جنگ اُحد[2] کے دن حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں ایسا تیر

---

[1] اس حدیث کو امام احمد و دارمی و طبرانی و بیہقی و ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ (خصائص کبرے۔ جزء ثانی۔ صفحہ) +

[2] دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم الاصبہانی۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ صفحہ ۱۷۴ +

لگا کہ آنکھ اُن کے رُخسارے پر گر پڑی۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے اُس کو اپنی جگہ میں رکھ دیا۔ پس وہ آنکھ دونوں آنکھوں سے خوبصورت اور تیز نظر بن گئی۔ انتہے۔ [۱] غزوۂ خیبر میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اُسے دوست رکھتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ جب صبح ہوئی۔ تو سب اُسی اُمنگ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ صحابہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ اُن کی آنکھیں درد کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اُن کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو آپ نے اپنا لعابِ دہن اُن کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ اور دُعا فرمائی۔ پس حضرت علی ایسے تندرست ہوگئے کہ گویا کبھی درد ہوا ہی نہ تھا انتہے۔ حضرت یزید [۲] بن ابی عبید کا بیان ہے کہ میں نے سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں چوٹ کا نشان دیکھا۔ پس میں نے پوچھا۔ اے ابومسلم یہ کیسی چوٹ ہے۔ سلمہ نے کہا۔ یہ وہ چوٹ ہے کہ خیبر کے دن مجھے لگی۔ تو لوگوں کو گمان ہوا کہ سلمہ کا انتقال ہوگیا۔ پس میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے چوٹ کی جگہ پر تین بار دم کیا۔ پس اِس وقت تک پھر درد نہیں ہُوا انتہے۔

حضرت براء [۳] بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[۱] صحیح بخاری۔ غزوۂ خیبر۔

[۲] صحیح بخاری۔ غزوۂ خیبر۔

[۳] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات)

ایک گروہ کو ابورافع یہودی کی طرف بھیجا۔ پس عبد اللہ بن عتیک رات کو اُس کے گھر میں اُس پر داخل ہوئے۔ اور وہ سو رہا تھا۔ اُسے قتل کر ڈالا۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک کا قول ہے کہ میں نے تلوار اُس کے پیٹ میں ماری یہانتک کہ پیٹھ تک پہنچ گئی۔ پس میں نے جان لیا کہ میں نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ پھر میں قلعہ کے دروازوں کو کھولنے لگا یہانتک کہ میں ایک پائے زینہ تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں اُس پر رکھا۔ پس میں اُس پر سے چاندنی رات میں گر پڑا اور میری ساق ٹوٹ گئی میں نے اُسے پگڑی سے باندھ لیا۔ اور اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ سے یہ ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا تو اپنا پاؤں پھیلا پس میں نے اپنا پاؤں پھیلایا پس آپ نے اپنا دست مبارک اُس پر پھیر دیا پس وہ ساق بالکل درست ہو گئی کہ گویا کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی تھی۔ انتہے ؛

حضرت فدیک بن عمرو السلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دَم کر دیا۔ پس ایسے بینا ہو گئے کہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگا ڈال سکتے تھے۔ امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کی بیماری تھی۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپنے اپنا عصا مبارک

ملہ ابورافع یہودی جس کی کنیت ابوالحُقیق تھی۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت اذیت دیتا تھا۔ اور اکثر عہد شکنی کرتا تھا۔ حجاز میں اُس کا ایک قلعہ تھا جس میں رہا کرتا تھا۔ حضور نے ایک گروہ کو بسرکردگی حضرت عبد اللہ بن عتیک اُس کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ تمام قصہ صحیح بخاری میں غزوہ بدر کے بعد مذکور ہے

ملہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ و بغوی و بیہقی و طبرانی و ابو نعیم نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ)

ملہ مواہب لدنیہ - کتاب فی المعجزات -

اُس پر پھیر دیا۔ اُسی وقت مرض جاتا رہا۔ حضرت محمد[۱] بن حاطب کا بیان ہے کہ میرے ہاتھ پر ہنڈیا گر پڑی اور وہ جل گیا۔ پس میری ماں مجھے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اُس پر ڈالا اور یوں دُعا کی۔ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ (اے لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور کر دے)۔ پس وہ ہاتھ اچھا ہوگیا۔ حضرت ابو سبرہ کے ہاتھ میں ایسی سلعہ (رسولی) تھی کہ اونٹ کی مہار پکڑی نہ جاتی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر منگوایا۔ اور سلعہ پر پھیرا یہانتک کہ وہ جاتی رہی۔ حضرت ابیض بن حمال کے چہرے پر داد تھی کہ جس سے رنگ بدل گیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے بلایا۔ اور اُس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ اُسی دن شام ہونے سے پہلے اُس کا کوئی نشان نہ رہا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے سر اور چہرے پر ورم ہوگیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کپڑے پر سے اُس کے سر اور چہرے پر رکھا۔ اور دُعا فرمائی۔ اُسی وقت ورم جاتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر داڑھ کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اُس رخسارے پر رکھا جس میں درد تھا۔ اور دُعا فرمائی۔ ابھی ہاتھ مبارک وہاں سے نہ اُٹھایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے شفا دی۔ حضرت جرہد بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اُس نے عرض کی دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے۔ اس سے کھایا نہیں جاتا۔ آپنے اُس ہاتھ پر دم کر دیا۔ پس جرہد کو اپنی زندگی میں پھر شکایت نہ ہوئی۔ اس طرح کی بیشمار مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ +

[۱] اس حدیث اور احادیث آیندہ کے لئے دیکھو خصائص کبرےٰ۔ جزء ثانی۔ صـ۶۹ ـ ۷۰

چوتھا باب

طعام قلیل کو کثیر بنا دینا

حضرت جابر[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن ہم خندق کھود رہے تھے۔ ایک سخت زمین ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ اور عرض کی کہ خندق میں سخت زمین پیش آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور بھوک کی شدت سے آپ کے شکم مبارک پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم نے تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لیا اور مارا۔ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھ کر اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور اُس سے پوچھا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ کیونکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سخت بھوک کا نشان دیکھا ہے۔ میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع[2] جو تھے۔ اور ہمارے ہاں گھر میں پلا ہوا ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اُسے ذبح کیا۔ اور میری بیوی نے جو پیس لئے یہانتک کہ ہم نے گوشت دیگ میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور چپکے سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں۔ آپ مع چند صحابہ کے تشریف لائیں۔ یہہ سنکر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی۔ اے اہل خندق جابر نے ضیافت

---

[1] یہہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے (مشکوۃ۔ باب فی المعجزات)

[2] ایک صاع قریباً ساڑھے تین سیر پختہ کا ہوتا ہے ۱۲

تیار کی ہے۔ شتابی آؤ۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ تم میرے آنے تک اپنی دیگ نہ اُتارنا اور خمیر کو نہ پکانا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میری بیوی نے آپ کے سامنے خمیر نکالا۔ آپ نے اُس میں اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا اور دُعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگ کی طرف آئے۔ اُس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا۔ اور دُعاے برکت فرمائی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا۔ روٹی پکانے والی کو بُلا کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے۔ اور تو اپنی دیگ میں سے کفگیر سے گوشت نکالنا۔ اور دیگ کو چولھے پر سے نہ اُتارنا۔ راوی کا بیان ہے کہ اہلِ خندق ایک ہزار تھے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ سب کھا چکے یہانتک کہ اُسے باقی چھوڑ گئے۔ اور واپس چلے گئے۔ دیگ اُسی طرح جوش مار رہی تھی۔ اور خمیر اُسی طرح پکایا جا رہا تھا انتہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک[2] کے دن لوگوں کو بھوک لگی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا۔ آپ ان کو حکم دیں کہ جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہے لے آئے۔ پھر آپ اُس پر دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ پس آپ نے چمڑے کا فرش طلب کیا۔ اور وہ بچھا دیا گیا۔ پھر آپ نے صحابہ کرام کا بچا ہوا توشہ طلب فرمایا۔ پس کوئی چینے کی مٹھی لا رہا تھا۔ کوئی چھواروں کی مٹھی بھرے آ رہا تھا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا یہانتک کہ فرش پر تھوڑا سا توشہ جمع ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعاے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں ڈال کر لے جاؤ۔ پس لوگ اپنے برتنوں میں لے گئے یہانتک کہ اُنہوں نے لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا

---

۱ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے (مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات)

۲ تبوک شام و مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ یہ غزوہ رجب ۹ھ میں ہوا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب غزوات سے اخیر تھا ۱۲

جیسے بھرا نہ ہو۔ راوی (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ تمام لشکر[1] نے پیٹ بھر کھایا اور بچ بھی رہا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور اس امر کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دو شہادتوں کے ساتھ کوئی بندہ شک نہ کرنے والا اللہ سے نہ ملے گا کہ بہشت سے روک دیا جائے انتہے۔ تکثیر طعام کا معجزہ بہت دفعہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور میں آیا ہے۔ مگر نظر بر اختصار میں نے صرف دو مثالیں پیش کی ہیں۔

تکثیر طعام کی طرح حضور کی دعا و برکت سے قلیل پانی کا کثیر ہو جانا بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ اس قسم کا تکثیر طعام اور تکثیر آب جناب سید کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی تربیت اور ولی نعمی کا اثر ہے۔ کیونکہ جس طرح حضور انور بحسب روحانیت قلوب وارواح کے مربی و مکمل ہیں۔ عالم جسمانیت میں ابدان واشباح کے پرورش فرمانے والے بھی ہیں ؎

شکر فیضِ تو چمن چوں کند اے ابر بہار — کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان بازار میں سے گزر رہا تھا۔ میں نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ سبزی پر پانی چھڑک رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے۔ یَا بَرَکَۃَ النَّبِیِّ تَعَالَیْ وَانْزِلِیْ ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِیْ (اے نبی کی برکت۔ آ اور میرے مکان میں اتر۔ اور پھر کوچ نہ کر)۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِکْ وَکَرِّمْ عَلٰی سیدنا و مولانا و برکتنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؎

زمہجوری برآمد جانِ عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی — زمحروماں چرا غافل نشینی

---

[1] کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں لشکر کی تعداد ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی کذا فی اشعۃ اللمعات ۱۲

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَکَۃٍ عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

پانچواں باب

اجابتِ دُعا

(دُعا کا قبول کیا جانا)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک یہہ بھی ہے کہ آپ جو دُعا فرماتے۔ وہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی۔ یہہ باب نہایت وسیع ہے۔ نظر بر اختصار صرف چند مثالیں[1] درج کی جاتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ماں نے حضور کی خدمت اقدس میں عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ انس آپ کا ادنےٰ خادم ہے۔ اس کے حق میں دُعائے خیر فرمائیں۔ پس آپ نے یوں دُعا فرمائی۔ یا اللہ اس کا مال واولاد زیادہ کر۔ اور جو نعمت تو نے اسے دی ہے اُس میں برکت دے۔ ایک روایت میں یہہ بھی ہے کہ تو اس کی عمر دراز کر اور اُسے بہشت میں میرا رفیق بنا۔ یہہ دُعا ایسی مقبول ہوئی کہ حضرت انس کے باغ میں کھجوروں کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیتے۔ اُن کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ ایک کم سو برس کی عمر پائی۔ اخیر عمر میں فرماتے تھے۔ کہ مجھے اُمید ہے کہ حسب دُعائے جناب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہشت میں آپ کا رفیق بھی ہونگا۔ اسی طرح حضور نے

---

[1] ان مثالوں کے لیے بخاری ومسلم وترمذی دلائل ابی نعیم ودلائل بیہقی اور طبرانی دیکھو ۱۲

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے حق میں دُعا فرمائی تھی کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس دُعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے حضرت عبد الرحمٰن کو تجارت میں اسقدر نفع دیا کہ جب ۳۱ھ میں اُنہوں نے وفات پائی۔ تو اُن کے ترکہ میں سے سونا کُلہاڑیوں سے کھودا گیا یہانتک کہ کثرت کار سے ہاتھ زخمی ہوگئے۔ اور اُن کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو اسّی ہزار (درہم ؟) ملے۔ اور ایک ہزار گھوڑوں اور پچاس ہزار دینار کی فی سبیل اللہ وصیت کی۔ اور امہات المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہن کے لئے ایک باغ کی وصیت فرمائی جو چار لاکھ کو فروخت ہوا۔ اور اہل بدر میں سے جو ایک سو زندہ تھے اُن میں سے ہر ایک کے لئے چار سو دینار کی وصیت کی۔ یہ تمام علاوہ ان صدقات کے تھا جو اُنہوں نے اپنی زندگی میں کئے۔ ایک روز تیس غلام آزاد کئے۔ اور ایک مرتبہ سات سو اونٹوں کا کارواں مع مال واسباب تصدق کر دیا۔ ایک دفعہ اپنا آدھا مال راہِ خدا میں دے دیا۔ پھر چالیس ہزار درہم۔ پھر چالیس ہزار دینار۔ پھر پانچ سو گھوڑے پھر پانچ سو اونٹ تصدق کئے۔

جنگ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھے ہوئے تیر چلا رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے۔ "یا اللہ۔ یہ تیرا تیر ہے۔ اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کر"۔ اور حضور فرما رہے تھے "یا اللہ اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دُعا قبول کرلے"۔ آپ کی دُعا سے حضرت سعد مستجاب الدعوات بن گئے۔ جو دُعا کرتے قبول ہوتی۔ اور جو تیر پھینکتے۔ وہ کبھی خطا نہ کرتا۔ اسی طرح حضور نے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ اسلام کو عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے ساتھ عزت دے۔ یہ دُعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ وہ ایمان لائے اور اُس دن سے اسلام کو عزت وغلبہ حاصل ہوا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں حضور نے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کو دین میں فقیہ بنا دے۔ اس دُعا کی

برکت سے حضرت ابن عباس رئیس المفسرین اور حبر الامہ بن گئے۔

جب حضرت طفیل بن عمرو الدوسی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستہ مبارک پر اسلام لائے۔ تو یوں عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میری قوم میری اطاعت کرتی ہے۔ میں اُن کے پاس جاتا ہوں اور اُن کو اسلام کی طرف بُلاتا ہوں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ایسی نشانی عطا کرے جو اُن کے برخلاف میری معاون ہوئے پس حضور نے دُعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے لئے ایک نشانی پیدا کر دے۔ یہہ سُن کر میں اپنی قوم کی طرف آیا۔ جب میں گھاٹی کداء میں پہنچا۔ تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے دُعا کی۔ یا اللہ اس نور کو میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ پیدا کر دے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم اس کو میری پیشانی میں مُثلہ خیال کرے گی۔ پس وہ نور میرے کوڑے کے سرے پر لٹکتی ہوئی قندیل کی طرح ہو گیا۔ پھر میں نے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام کی۔ وہ ایمان نہ لائے۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ قبیلہ دوس مجھ پر غالب آگیا۔ آپ اُن پر بد دُعا فرمائیں۔ آپ نے دُعائے ہدایت فرما کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ نرمی سے اُن کو دعوتِ اسلام کر۔ اس لئے میں دوس کو دعوتِ اسلام کرتا رہا یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ پھر میں اپنی قوم کے ستر یا اسی اشخاص کے ساتھ جو ایمان لائے تھے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میں اپنی ماں کو دعوت اسلام کرتا ہوں۔ مگر وہ قبول نہیں کرتی۔ آپ دُعا فرمائیں۔ حضور نے یہہ سُنکر دُعا فرمائی۔ جب حضرت ابوہریرہ اپنے گھر واپس گئے۔ تو گھر میں داخل ہوتے ہی اُن کی ماں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لائی۔ حضرت عروۃ البارقی کے لئے حضور نے دُعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے

سودے میں برکت دے۔ اس کے بعد حضرت عروہ جو چیز خریدتے خواہ وہ مٹی ہو اس میں نفع ہی ہوتا۔

ہجرت کے وقت جب حضور غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار آپ کے تعاقب میں عین قریب آپہنچا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمیں تو آلیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو غم نہ کر۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب دو تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا۔ تو آپ نے دُعا فرمائی کہ یا اللہ تو جس طرح چاہے ہم کو بچا۔ اس پر سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ یہہ دیکھ کر سراقہ نے عرض کی۔ یا محمد میں جانتا ہوں کہ یہہ آپ کا کام ہے۔ آپ اس مصیبت سے میری نجات کے لئے دُعا کریں۔ اللہ کی قسم میں کسی کو تعاقب میں آپ تک نہیں آنے دوں گا۔ چنانچہ آپ کی دُعا سے سراقہ نے نجات پائی۔ اور وہ واپس چلا گیا۔ راستے میں جس سے ملتا اُسے یہہ کہکر موڑ لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا حضرت اِدھر نہیں ہیں۔ حضور کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ میں سب سے زیادہ وبا و طاعون رہا کرتی تھی۔ آپ کی دُعا سے ایسی دُور ہوئی کہ آج تک وہ مبارک شہر وبا و طاعون سے محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ ابو لہب کے بیٹے عتبہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ زبان درازی کی۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ یا اللہ کسی کُتّے کو اس پر مسلط کر دے۔ چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ عتبہ ایک قافلہ قریش کے ساتھ ملک شام کو گیا۔ ایک جگہ رات کے وقت قافلہ میں ایک شیر آیا۔ اور اُس نے عتبہ کو جو درمیان میں لیٹا ہوا تھا مار ڈالا۔ جب قریش نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو حضور نے دعا فرمائی۔ یا اللہ ان پر حضرت یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہانتک نوبت پہنچی کہ قریش نے مردار چمڑے اور ہڈیاں کھائیں۔ پھر وہ آپ سے رحم کے طالب ہوئے۔ پس حضور نے دُعا فرمائی اور وہ قحط دُور ہو گیا۔ حضور نے کسریٰ کو دعوتِ اسلام کا جو خط لکھا تھا

اُس نے اُسے پڑھکر پھاڑ دیا۔ جب آپ نے یہہ سُنا۔ تو فرمایا کہ اُس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فارس سے اکاسرہ کی سلطنت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ حکم بن ابی العاص نے حضور کے ساتھ استہزاء کرنے کے لئے اپنا مُنہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضور نے فرمایا کہ اِسی طرح رہے۔ چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا یہانتک کہ مر گیا۔

جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوۃ نے محلم بن جثامہ کو ایک سریہ[۱] میں بھیجا تھا جس پر عامر بن الاضبط کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچے۔ تو محلم نے عامر کو دھوکے سے ایک معاملہ کے سبب جو دونوں میں ہوا تھا قتل کر ڈالا۔ جب حضور کو یہہ خبر لگی۔ تو آپ نے دُعا فرمائی کہ محلم کو زمین قبول نہ کرے۔ اس دعا کے سات دن بعد محلم مر گیا۔ جب اس کو دفن کیا گیا۔ تو زمین نے اُس کو پھینک دیا۔ اس طرح کئی دفعہ کیا گیا مگر زمین نے قبول نہ کیا۔ آخر کار اُس کو ایک غار میں پھینک دیا گیا اور پتھروں کی ایک دیوار اُس پر بنا دی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا۔ جمعہ کے دن حضور منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بادیہ نشین عرب آپ کے پاس آیا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یارسول اللہ ہمارے مال ہلاک ہو گئے۔ اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں"۔ یہہ سُن کر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ اور ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہ آتا تھا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آپ نے ہاتھ نہ ہٹائے تھے کہ پہاڑوں کی مثل بادل اُٹھا۔ پھر آپ منبر سے نہ

[۱] سریہ وُہ لشکر ہے کہ حضرت رسالت پناہ بذات مقدس اُس میں نہ ہوں اور کسی صحابی کی سرکردگی میں بھیجا جائے ۱۲

اُترے یہانتک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک پر سے نیچے گر رہا ہے۔ اِس طرح جمعہ آئندہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی بادیہ نشین عرب آیا اور عرض کرنے لگا۔ "یا رسول اللہ۔ ہمارے مکانات گر گئے" آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی۔ "یا اللہ ہمارے گرد مینہ برسا۔ اور ہمارے مکانات سے دُور رکھ"
پس جس طرف آپ اشارہ فرماتے۔ بادل دور ہو جاتا یہانتک کہ مدینہ گول گڑھے[1] کی مانند ہو گیا۔ اور وادی قنات[2] میں ایک مہینہ تک پانی جاری رہا۔ جس طرف سے کوئی آتا۔ باران کثیر کی خبر لاتا۔ اس باب کو ہم ایک مشہور واقعہ پر ختم کرتے ہیں جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ

نجران مکہ مشرفہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ہے۔ جو نجران بن زید بن یشجب بن یعرب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شہر ملکِ عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا اور اس کے متعلق ۷۳ گاؤں تھے۔ جناب سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا۔ جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو اُنکی نماز کا وقت آ پہنچا۔ مسجد ہی میں انہوں نے شرق رو ہو کر نماز ادا کی۔ صحابۂ کرام منع کرنے لگے۔ مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تالیف قلوب اور توقع اسلام کو مدنظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع فرمایا۔ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے۔ جن میں سے ۲۴ آدمی اشراف میں سے تھے۔

---

[1] یعنی مدینہ کے اطراف میں بادل تھا اور مینہ برستا تھا۔ مگر مدینہ پر نہ بادل تھا نہ مینہ برستا تھا
[2] قنات ایک وادی کا نام ہے جو طائف کی طرف سے آتی ہے اور کوہ اُحد میں شہداء کی قبروں کی جڑ تک پہنچتی ہے ۱۲

اور ۲۴ میں سے تین مرجع کل تھے یعنی عبدالمسیح جس کا لقب عاقب تھا۔ اور سید جس کا نام ایہم اور بقول بعض شرجبیل تھا۔ اور ابو حارثہ بن علقمہ جو اُن کا اسقف (بڑا پادری) تھا۔ حضور نے ان کو دعوت اسلام فرمائی۔ مگر وہ روبراہ نہ ہوئے۔ بلکہ مباحثہ کرنے لگے۔ اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسےٰؑ خدا کا بیٹا نہیں۔ تو بتاؤ اُن کا باپ کون تھا۔ اس کے جواب میں یہہ آیتیں نازل ہوئیں[1]

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ (آل عمران - ع ۶) - ان آیات کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ پس اگر حضرت عیسےٰؑ کا باپ نہ ہو۔ تو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں۔ تو اُن کے ساتھ قسم کرو۔ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے۔ اُس پر لعنت اور عذاب پڑے انتہے۔ اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہہ کیا خوب فیصلہ کا ڈھنگ ہے کہ صرف عادلِ حقیقی جو بے رو رعایت اور بغیر بھول چوک کے

---

[1] ترجمہ۔ بے شک عیسےٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسی مثال آدم کی۔ بنایا اُس کو مٹی سے۔ پھر کہا اُس کو۔ ہو جا وہ ہو گیا۔ حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پس تو مت رہ شک میں۔ پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم۔ تو تو کہہ۔ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔ پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر انتہے +

انصاف کرنے والا ہے فیصلہ کر دے۔ اس ارشادِ الٰہی کے مطابق حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن علماے نصاریٰ سے مباہلہ کے لئے کہا۔ اُنہوں نے مہلت مانگی۔ دوسرے روز صبح کو حضور نے حضرت امام حسن اور امام حسین کو جو خورد سال تھے ہاتھ سے پکڑا۔ آپ کے پیچھے حضرت فاطمۃ الزہراء اور اُن کے پیچھے حضرت علے مولےٰ مرتضےٰ مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ جب میں دُعا کروں۔ تم آمین کہنا۔ پنجتن پاک کو دیکھ کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے دُعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ تو بے شک ان کی دُعا سے ٹل جائے گا۔ اس لئے تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم تمہیں اُس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے۔ اور وہ تمہارے صاحب (عیسےٰ) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے۔ اللہ کی قسم جس قوم نے پیغمبر سے مباہلہ کیا۔ وہ ہلاک ہو گئی" یہ سنکر عیسائی ڈر گئے۔ اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی اور جزیہ[۲] دینا قبول کیا۔ حضور نے فرمایا۔ "اگر وہ[۳] مباہلہ کرتے۔ تو بندر اور سور بن جاتے۔ اور یہ جنگل اُن پر آگ برساتا۔ اور اللہ نجران اور اہل

---

[۱] انی لاری وجوھا لو سألوا اللہ ان یزیل جبلاً من مکانہ لازالہ فلا تبا ھلوا فتھلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامۃ واللہ لقد عرفتم نبوتہ ولقد جاءکم بالفصل فی امر صاحبکم عیسیٰ فواللہ ما باھل قوم نبیًا الا ھلکوا (زرقانی علی المواھب بروایۃ ابن ابی شیبہ وابی نعیم وغیرھما جزء رابع صـ۴۲)

[۲] ابن سعد کی روایت میں ہے کہ عاقب وسید کچھ مدت کے بعد جلد مدینہ میں آئے۔ اور حضور کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے ۱۲

[۳] لو تلاعنوا لمسخوا قردۃ وخنازیر ولاضطرم علیھم الوادی نارًا و لاستاصل اللہ نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر ۱۲

باشندوں کو تباہ کر دیتا یہانتک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر نہ رہتا۔“ ؎

بدینگونہ کارِ خدائی بود ❊ خصومت خدا آزمائی بود

نصاریٰ کا اس طرح مباہلہ سے گریز کرنا صاف بتا رہا ہے کہ اعدائے اسلام بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کی اجابت کے قائل تھے۔ اس مباہلہ[1] سے ایک بڑا نتیجہ یہہ نکلا کہ اگر دین اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ اور حضور نبی برحق نہ ہوتے۔ تو ہرگز اپنے دعوے پر خدا کے حضور جھوٹے پر لعنت اور غضب الٰہی نازل ہونے کی بددُعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ کر سکتے۔ کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو عیسائی علماء کیوں دُعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

سوال

مباہلہ تو وقوع میں نہ آیا۔ پس یہہ معجزہ کیونکر ہوا۔

جواب

معجزہ[2] دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ کہ قدرت انسان سے خارج ہو اور اس سے عاجز آجائیں چنانچہ قرآن کریم کی مثل لانا۔ مردہ کا زندہ کرنا۔ چاند کو دو ٹکڑے کرنا وغیرہ۔ اور دوسرے وہ کہ قدرت بشر میں ہو اور اُس سے عاجز آجائیں چنانچہ یہود کا تمنے موت[3] سے اور نصاریٰ کا مباہلہ سے عاجز آجانا۔

---

[1] کتاب نوید جاوید مصنفہ امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصرالدین محمد ابو المنصور صفحہ ۵۲۶۔

[2] دیکھو شفائے قاضی عیاض۔ الباب الرابع فیما اظہرہ اللہ تعالےٰ علے یدیہ من المعجزات ۱۲

[3] قرآن کریم میں ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ (سورۂ بقرہ۔ ع ۱۱)۔ ترجمہ۔ تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے ہاں الگ سوائے اور لوگوں کے۔ تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر سچ کہتے ہو اور یہہ آرزو کبھی نہ کریں گے جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں ہاتھ اُنکے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو ۱۲

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے۔ تو بندر اور سؤر ہو جاتے۔ اور اہل نجران کا نام و نشان روئے زمین سے مٹ جاتا جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور اگر یہود موت کی تمنا کرتے۔ تو تمام ہلاک ہو جاتے۔[1]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَۃٍ عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَہُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

چھٹا باب

اُنگلیوں سے چشموں کی طرح پانی کا جاری ہونا

حضرت سالم بن ابی الجعد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ[2] کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ پس لوگ پانی کے لئے آپ کی طرف دوڑے آپ نے فرمایا۔ تمہیں کیا ہوا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ آپ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے نہ پینے کو۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل میں رکھا۔ پس آپ کی انگلیوں میں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ہم نے پیا اور وضو کیا میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ تم اُس دن کتنے تھے۔ حضرت جابر نے جواب دیا کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ ہوتے تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔[2]

یہ معجزہ حضور سے متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ

---

[1] اخرج احمد وابو نعیم عن ابن عباس قال قال ابو جہل لئن رأیت محمدا عند الکعبۃ یصلی لاتینہ حتی اطأ علی عنقہ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لو فعل ذلک لاخذتہ الملائکۃ عیانا ولو ان الیہود تمنوا الموت لماتوا ولو خرج الذین یباھلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجعوا لایجدون مالا ولا اھلا واخرج ابو نعیم عن قتادۃ ذکر لنا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان کان العذاب لقد نزل علی اھل نجران ولو فعلوا لاستوصلوا عن جدید الارض (خصائص کبرے۔ جزء ثانی۔ صـ ۲۵)

[2] صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

انس بن مالک۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عبد اللہ بن عباس۔ ابو یعلےٰ انصاری۔ زیاد بن الحارث الصدائی اور ابو عمرہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں۔ پس یہ قطعی الثبوت ہے۔ نظر بر اختصار یہاں صرف ایک روایت پر کفایت کی گئی ہے۔ یہ معجزہ بھی شق القمر کی طرح حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے ؂

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ وَّ اَفْضَلَ سَلَامٍ وَّ اَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ۔

ساتواں باب

حیوانات کی طاعت اور کلام

جس طرح انسان جن کے نام پر قرعہ سعادت پڑا ہوا ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطیع و مسخر ہیں۔ اُسی طرح اللہ تبارک و تعالےٰ نے حیوانات کو بطریق اعجاز و خرق عادت حضور کا مطیع و مسخر بنایا۔ ازانجملہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اونٹ کی شکایت اور سجدہ

حضرت انس[1] بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک اہلبیت کے ہاں

---

[1] اس حدیث کو امام احمد و نسائی نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ) اور حافظ ابو نعیم نے بھی دلائل میں نقل کیا ہے۔

ایک اونٹ تھا جس سے آب کشی کرتے تھے - وہ سرکش ہوگیا - اور اپنی پیٹھ پر پانی نہ اُٹھاتا تھا - اونٹ کے مالک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک اونٹ ہے جس سے ہم آب کشی کیا کرتے تھے - وہ سرکش ہوگیا ہے - اور اپنی پیٹھ پر پانی نہیں اُٹھاتا - اور ہماری کھجوریں اور کھیتی سوکھ رہی ہے - آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اُٹھو - وہ اُٹھے اور آپ اُن کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے - وُہ اونٹ اُس باغ کے ایک گوشہ میں تھا - آپ اُس کی طرف روانہ ہوئے - اصحاب نے عرض کی - یارسول اللہ یہہ اونٹ کاٹنے والے کُتّے کی مانند ہوگیا ہے - ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو اس سے تکلیف پہنچے - آپ نے فرمایا - مجھے اس سے کچھ ڈر نہیں - جب اونٹ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا - تو آپ کی طرف آیا یہانتک کہ آپ کے آگے سجدے میں گر پڑا - آپ نے اُس کی پیشانی کے بال پکڑ لئے - اور وہ ایسا مطیع ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا - یہانتک کہ آپ نے اُس کو کام پر لگا دیا - آپ کے اصحاب نے عرض کی - یارسول اللہ یہہ حیوان لایعقل آپ کو سجدہ کرتا ہے - اور ہم عقل والے ہیں - اس لئے ہم اس کی نسبت آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں - آپ نے فرمایا کہ انسان کو سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے - اگر ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا - تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے - کیونکہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے انتہے -

حضرت عبداللہ[۱] بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ شے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لئے اوٹ بنایا کرتے تھے - کوئی بلند چیز یا درختان خرما کا مجمع تھا - ایک دفعہ آپ انصار میں سے ایک

---

[۱] اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے - (تیسیر الوصول و مواہب لدنیہ)

شخص کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اُس باغ میں ایک اونٹ ہے۔ اُس اونٹ نے جب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ تو رو پڑا۔ اور اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے پاس آئے۔ اور اُس کے پسِ گوش پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ وہ چپ ہوگیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کی۔ یارسول اللہ یہہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چارپایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرتِ استعمال سے اِسے تکلیف دیتا ہے۔ انتہے۔

بکری کی طاعت اور سجدہ

حضرت انس[۱] بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور انصار کے چند اشخاص تھے۔ اُس باغ میں ایک بکری تھی۔ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے سجدہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی۔ یارسول اللہ اس بکری کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا میری اُمت کو جائز نہیں کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا۔ تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے انتہے۔ جب حضور اقدس[۲] صلے اللہ علیہ وسلم

---

[۱] دلائل حافظ ابی نعیم۔ صفحہ ۱۳۵۔ امام احمد و بزار نے بھی اِسے روایت کیا ہے (نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض۔ جزء ثالث۔ صفحہ)

[۲] اس قصہ کو شرح السنہ میں اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن الجوزی نے کتاب العفاء میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات۔ فصل ثالث) تفصیل کیلئے دیکھو مولود بے نظیر۔

نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی - تو راستے میں ام معبد کے خیمہ پر سے گزر ہوا- آپ نے اس سے گوشت اور چھوارے خریدنے چاہے مگر نہ ملے خیمہ کی ایک جانب آپ نے ایک بکری دیکھی - جو کمزوری اور لاغری کے سبب اَور بکریوں سے پیچھے رہ گئی تھی - اور بالکل دُودھ نہ دیتی تھی - آپ نے اُم معبد سے اجازت لے کر اپنا ہاتھ مبارک اُس کے تھن پر پھیرا اور بسم اللہ پڑھی - اور دُعاء برکت فرمائی - پس بکری نے آپ کے آگے اپنی دونوں ٹانگیں چوڑی کردیں - اور دودھ دیا اور جگالی کی - آپ نے ایک بڑا برتن طلب فرمایا - اور اُس میں خوب دودھ دوہا یہانتک کہ اُس پر جھاگ آگئی - پھر آپ نے ام معبد کو پلایا یہانتک کہ وہ سیر ہوگئی - اور اپنے ساتھیوں کو پلایا یہانتک کہ وہ سیر ہوگئے - اور پھر سب کے بعد آپ نے پیا - پھر دوسری بار اُس برتن میں دودھ دوہا - اور بھر کر ام معبد کے پاس بطور نشانی چھوڑ دیا اور ام معبد کو اسلام میں بیعت فرمایا -

بھیڑئے کی شہادت و طاعت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا[1] حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا - ناگاہ ایک بھیڑیا اُس کی بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑنے آیا - پس چرواہا بکری اور بھیڑیے کے درمیان حائل ہوگیا بھیڑیا اپنی دُم پر کتے کی طرح بیٹھ گیا - پھر چرواہے سے بولا - کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میرے رزق کے درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کردیا ہے حائل ہوتا ہے

[1] بقول واقدی اس کا نام اھبان بن اوس اسلمی تھا جو حرہ الوبرہ میں ریوڑ چرا رہا تھا - اھبان مذکور صحابی ہیں جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں انتقال فرمایا - حرۃ الوبرہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے (دیکھو وفاء الوفا للعلامۃ السمہودی)

چرواہے نے کہا۔ تعجب ہے کہ بھیڑیا انسان کی طرح کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا۔ دیکھو میں تجھے اس سے بھی عجیب بات بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دو حرّہ (سنگلاخ زمینوں) کے درمیان (مدینہ میں) لوگوں سے گزشتہ امتوں کے حالات بیان فرما رہے ہیں (اور وہ اُس اُمّی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے)۔ پس چرواہے نے بکریاں ہانک لیں یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بھیڑیے کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے سچ ہے۔ دیکھ درندوں کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسان سے کلام کریں گے۔ اور انسان سے اُس کے جوتے کا تسمہ اور اُس کے کوڑے کا سرا کلام کرے گا۔ اور انسان کو اُس کی ران خبر دے گی جو اُس کی بیوی نے اُس کی غیر حاضری میں کیا۔ انتہے۔[1]

حضرت حمزہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بھیڑیا راستے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تم سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے۔ اس کے لئے کچھ مقرر کرو۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ تو بہت ہے۔ پس آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں سے جلدی چل دو۔ بھیڑیا یہ سُنکر چلا گیا۔ انتہے۔[2]

---

[1] اس حدیث کو امام احمد و ابن سعد و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ اور بزار و بیہقی نے نقل کر کے صحیح کہا ہے (خصائص کبرےٰ۔ جزو ثانی صفحہ ۶۱)

[2] اس حدیث کو حافظ ابو نعیم اور امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔ (خصائص کبرےٰ جزو ثانی صفحہ ۶۳)

شیر کی طاعت

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا - وہ کشتی ٹوٹ گئی - پس میں اس کے ایک تختے پر سوار ہوا اور ایک بن میں جا نکلا جس میں شیر تھے - ناگاہ ایک شیر آیا - جب میں نے اُسے دیکھا - تو میں نے کہا - اے ابوالحارث[1] میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں - یہہ سُنکر شیر دُم ہلاتا ہوا آیا یہانتک کہ میرے پہلو میں کھڑا ہوگیا - پھر میرے ساتھ چلا یہانتک کہ مجھے راستے پر ڈال دیا - پھر اُس نے کچھ دیر آواز خفی نکالی پس میں سمجھا کہ یہہ مجھے وداع کرتا ہے - انتہے[2] -

جب ہجرت کے وقت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ ثور کی غار میں تھے - تو اُس غار کے مُنہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا - اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے - کفار جو تعاقب میں وہاں پہنچے - اس عجیب دربانی و پاسبانی کو دیکھ کر واپس ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر حضرت اس میں داخل ہوتے - تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی - امثلہ مذکورۂ بالا کے علاوہ ہرنی کا قصہ اور سوسمار کی حدیث مشہور ہے -

بچّوں کی شہادت

مُعَرِض بن معیقیب یمانی سے روایت ہے کہ میں نے حجتہ الوداع کیا - اور مکہ میں

عہ[1] یہہ شیر کی کنیت ہے ۱۲ -

عہ[2] اس حدیث کو ابن سعد وابو یعلےٰ و بزار وابن مندہ وحاکم وبیہقی و ابو نعیم نے نقل کیا ہے - اور حاکم نے صحیح کہا ہے - اور بغوی وابن عساکر نے بھی اسے نقل کیا ہے - (خصائص کبرٰے - جزو ثانی - صد ۶۵)

ایک گھر میں داخل ہوا میں نے اُس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا۔ آپ سے ایک عجیب امر دیکھنے میں آیا۔ اہل یمامہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا جو اُسی دن پیدا ہوا تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا۔ اے بچے میں کون ہوں۔ وہ بولا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ اللہ تجھے برکت دے۔ پھر اُس کے بعد اُس بچے نے کلام نہ کی یہانتک کہ وہ جوان ہو گیا۔ ہم اُسے مبارک الیمامہ کہا کرتے تھے انتہے۔[۱]

حضرت شمر بن عطیہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لڑکا لائی جو جوان ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ میرے اس بیٹے نے جب سے پیدا ہوا کلام نہیں کی۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُس لڑکے سے پوچھا کہ میں کون ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں انتہے۔[۲]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّ اَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَ ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

آٹھواں باب

نباتات کا کلام و طاعت اور سلام و شہادت

جس طرح حیوانات حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کے مطیع تھے۔

---

[۱] اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)

[۲] اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے (خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی صفحہ ۶۹) یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت شمر بن عطیہ اتباع تابعین میں سے ہیں دیکھو زرقانی علی المواہب۔

اُسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا آپ کی خدمت اقدس میں آنا اور سلام کرنا اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ جن میں سے صرف دو تین مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت[1] ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری طرف وحی بھیجی گئی۔ تو جس پتھر اور درخت پر میرا گزر ہوتا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ انتہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت[2] ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادیہ نشین عرب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بتا۔ اگر میں اِس درخت خرما کی شاخ کو بلا لوں۔ تو کیا میری رسالت کی گواہی دے گا۔ اُسنے عرض کی۔ ہاں۔ پس آپ نے اُس شاخ کو بُلایا۔ وہ درخت سے اُترنے لگی یہانتک کہ زمین پر گری۔ اور پھد کنے لگی۔ حافظ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ آپ کی طرف آئی۔ اور وہ سجدہ کررہی تھی اور اپنا سر اُٹھارہی تھی یہانتک کہ آپ کے پاس پہنچ گئی اور آپ کے آگے کھڑی ہوگئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ واپس چلی جا۔ پس وہ اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ دیکھ کر اُس اعرابی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ایمان لے آیا انتہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے[3] ہیں کہ

---

[1] اس حدیث کو بزار و ابونعیم نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ)

[2] اس حدیث کو امام احمد نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور دارمی و ترمذی و حاکم و بیہقی و ابونعیم و ابویعلے و ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ (خصائص کبرے۔ جزء ثانی۔ صـ۳۶)

[3] اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات فصل اول)

ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیر کی۔ یہانتک کہ ہم ایک فراخ وادی میں اُترے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی چیز نہ دیکھی جس کے ساتھ پردہ کرلیں۔ ناگاہ آپ نے اُس وادی کے ایک کنارے دو درخت دیکھے۔ پس آپ نے اُن دو میں سے ایک کے پاس قدم رنجہ فرمایا۔ اور اُس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں ارشاد فرمایا۔ اللہ کے اذن سے میری فرمانبرداری کر۔ اُس درخت نے آپ کی فرمانبرداری کی جیسا نکیل والا اونٹ شتربان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہانتک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے۔ اور اُس کی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے اذن سے تو میری فرمانبرداری کر۔ پس اس درخت نے بھی پہلے درخت کی طرح فرمانبرداری کی یہانتک کہ جب آپ دونوں کے وسط میں ہو گئے۔ تو فرمایا۔ اللہ کے اذن سے تم دونوں مجھ پر مل جاؤ۔ پس وہ درخت باہم مل گئے۔ (حضرت جابر کہتے ہیں) پس میں اپنے دل میں اس امر عجیب کی نسبت حیرت سے سوچنے لگا۔ میں نے جو نظر اُٹھائی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف آرہے ہیں۔ اور وہ درخت جدا جدا ہو گئے ہیں۔ اور ہر ایک اصلی حالت میں اپنے تنہ پر قائم ہے۔ انتہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَۃٍ عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَہُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

نواں باب

جمادات کی طاعت اور تسبیح وسلام

جس طرح نباتات حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر فرمان تھے۔

اُسی طرح جمادات بھی آپ کے مطیع تھے۔ چنانچہ حجر و شجر کا آپ کو سلام کرنا اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا اوپر آچکا ہے۔ حضرت علی[1] کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ پس ہم اُن کے بعض نواح میں نکلے۔ جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا۔ وہ کہتا تھا السّلام علیک یا رسول اللہ انتہے۔ حضرت ابو ذر[2] رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت چلا۔ ناگاہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ میں نہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں۔ پس میں وہاں سے آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اُسوقت گویا یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کہا۔ آپنے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ میں نے عرض کی۔ اللہ اور رسول کی محبت۔ پس آپ نے مجھے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نہ میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا اور نہ آپ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی دیر ٹھیرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر جلدی چلتے ہوئے آئے۔ اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت ابوبکر عرض کی۔ اللہ اور رسول کی محبت۔ پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر آئے۔ اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ویسا ہی فرمایا۔ اور حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت

---

[1] ترمذی شریف۔ مطبوعہ احمدی۔ جلد ثانی۔ صـ ۲۰۳۔

[2] اس حدیث کو بزار و طبرانی اور ابو نعیم و بیہقی نے روایت کیا ہے (خصائص کبرے و مواہب لدنیہ)

عثمانؓ آئے اور حضرت عمرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے لئے۔ اُن سنگریزوں نے آپ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح پڑھی۔ یہانتک کہ آپ کے ہاتھ میں اُن میں سے شہد کی مکھی کی مانند آواز سُنی گئی (پھر آپ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا۔ پس وہ چپ ہو گئے) پھر آپ نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر حضرت ابو بکر کو دئے اُن سنگریزوں نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی (یہانتک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند اُن کی آواز سُنی) پھر آپ نے وہ کنکر حضرت ابو بکر سے لے کر زمین پر رکھ دئے۔ پس وہ چپ ہو گئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو دئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی اُنہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہانتک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند اُن کی آواز سُنی)۔ پھر آپ نے زمین پر رکھ دئے۔ پس وہ چپ ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو دئے۔ اُن کے ہاتھ میں بھی اُنہوں نے تسبیح پڑھی۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہانتک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند اُن کی آواز سنی)۔ پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے لے کر اُن کو زمین پر رکھ دیا۔ پس وہ چپ ہو گئے (پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ نبوت صلعم کی خلافت ہے)۔ انتہے۔ حضرت امام محمد باقر

سلہ ابن عساکر کی روایت میں حدیث انس میں حضرت عثمان غنی کے بعد یوں آیا ہے۔ ثم صیّرھنّ فی ایدینا رجلا رجلا فما سبحت حصاۃ منھنّ (خصائص کبرے۔ جزو ثانی ص۷۵)۔ ترجمہ پھر حضور نے اُن سنگریزوں کو ہم میں سے ایک ایک کے ہاتھ میں رکھا۔ پس اُن میں سے کسی سنگریزہ نے تسبیح نہ پڑھی ۱۲

سلہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو ذر کو باوجودیکہ وہ مجلس میں اوروں کی نسبت آپ سے قریب تھے سنگریزے نہ دئے بلکہ اُن کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو دئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو ذر خلفاء میں سے نہ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بظاہر اس موقع پر حاضر نہ تھے

رضی اللہ عنہ فرماتے[1] ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے۔ حضرت جبرئیل ایک خوان لائے جس میں (بہشت سے) انار اور انگور تھے۔ جب آپ نے تناول فرمانے کے لئے اُن میں سے کچھ اُٹھایا۔ تو اُس میں سے سبحان اللہ کی آواز آتی تھی۔ یہ معجزہ (تسبیح الطعام) بہت دفعہ آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "ہم البتہ[2] بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔" حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت[3] ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا۔ اے ابو الفضل کل تم اور تمہارے بیٹے[4] اپنے مکان سے نہ جائیں یہانتک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ پس اُنہوں نے آپ کا انتظار کیا یہانتک کہ آپ چاشت کے بعد تشریف لائے آپ نے فرمایا۔ السلام علیکم۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے کیونکر صبح کی۔ اُنہوں نے عرض کی۔ بحمد اللہ ہم نے بخیریت صبح کی۔ پس آپ نے اُن سے فرمایا۔ نزدیک ہو جاؤ۔ پس وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہوگئے یہانتک کہ جب وہ آپ کے متصل ہوگئے۔ تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے اُن کو ڈھانپ لیا اور یوں دُعا فرمائی۔ "اے میرے پروردگار یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے۔ اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ تو ان کو دوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا جیسا میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔"

[1] دیکھو شفائے قاضی عیاض۔

[2] ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل (صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

[3] اس حدیث کو بیہقی نے دلائل میں بانطوالت روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بالاختصار نقل کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)۔ حافظ ابو نعیم نے بھی دلائل میں اسے روایت کیا ہے۔

[4] اُن کے نام مبارک یہ ہیں۔ فضل۔ عبد اللہ۔ عبید اللہ۔ قثم۔ معبد۔ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ یہ سب اُم الفضل کے بطن سے تھے۔ ۱۲

پس گھر کے آستانہ اور دیواروں نے آمین کہی اور یوں کہا۔ آمین آمین آمین انتہے
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت[1] ہے۔ کہ نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کوہ اُحد پر چڑھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر و
عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ آپ نے اُسے اپنے پائے مبارک سے
ٹھوکر لگا کر فرمایا تو ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں انتہے۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت[2] ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کوہ ثبیر پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر اور میں
تھا۔ وہ پہاڑ ہلا یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے دامن کوہ میں گر پڑے۔ پس
آپ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا۔ اے ثبیر ساکن رہ کیونکہ
تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں انتہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت
ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر کوہ حراء پر تھے۔ پس وہ پہاڑ ہلا۔
نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے حراء ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نہیں[3]
مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ ایک روایت میں سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے
اور حضرت علی کا ذکر نہیں۔ اور ایک روایت میں سوائے ابوعبیدہ کے تمام
عشرہ مبشرہ[4] کا ذکر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہجرت کے وقت قریش

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری و امام احمد و ترمذی و ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)

[2] یہ حدیث نسائی و ترمذی و دارقطنی میں ہے۔ (مواہب لدنیہ)

[3] یعنی جو تجھ پر ہیں اُن میں سے ہر ایک نہیں مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ پس اس طرح
ان میں سے ہر ایک اوصاف ثلاثہ سے خارج نہیں ۱۲

[4] عشرہ مبشرہ وہ دس صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہشت
کی بشارت دی۔ اُن کے نام مبارک یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و
زبیر و سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمٰن بن عوف و ابوعبیدہ بن الجراح و سعید بن زید رضی اللہ عنہم

نے جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے۔ تو کوہ ثبیر نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ اُتر یئے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو میری پشت پر قتل کر دیں اور مجھے اللہ تعالےٰ عذاب دے۔ پس حرا نے کہا۔ یا رسول اللہ میری طرف آیئے - انتہےٰ[1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے[2] کہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ مسجد کے ستونوں میں سے ایک درخت خرما کے خشک تنہ سے پشت مبارک لگا لیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ اور آپ اُس پر رونق افروز ہوئے۔ تو اُس تنہ نے جس کے پاس خطبہ پڑھا جایا کرتا تھا فریاد کی یہانتک کہ قریب تھا کہ دو پارہ ہو جائے۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُتر آئے یہانتک کہ اُس تنہ کو پکڑا اور اُس کو اپنی گود میں لیا۔ وہ اُس بچہ کی طرح رونے لگا جس کو چپ کرایا جائے یہانتک کہ اُس نے آرام و قرار پایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ اس لئے رویا کہ جو ذکر یہہ سنا کرتا تھا وہ اب اس سے جدا ہو گیا انتہے۔ اس ستون کو نالہ کرنے کے سبب حنانہ بولتے ہیں۔ نالۂ حنانہ کی حدیث متواتر ہے۔ اس لئے اس میں کسی طرح کے شک کو گنجائش نہیں۔

فتح مکہ کے روز حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اور مہاجرین و انصار آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا۔ اُس وقت بیت اللہ شریف کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے جو رانگ کے ساتھ پتھروں میں نصب کئے ہوئے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔

---

[1] دیکھو مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ ۱۲

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے (مشکوۃ - باب فی المعجزات)

اُس سے آپ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے اور یہہ پڑھتے ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ وہ مُنہ کے بل گر پڑتا ۔ اس طرح آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا ۔

بدر کے دن جب لڑائی سخت ہو گئی ۔ تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی ۔ اور قریش کی طرف منہ کرکے فرمایا ۔ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (اُن کے چہرے بدشکل ہو گئے) ۔ پھر اُن کی طرف پھینک دی ۔ پس کفار کو شکست ہوئی ۔ اسی بارے میں یہہ آیت نازل ہوئی ۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ اسی طرح حنین کے دن جب حضور کے ساتھ صرف چند صحابہ رہ گئے ۔ تو آپ نے اپنی خچر سے اُتر کر ایک مشت خاک لی ۔ اور شَاهَتِ الْوُجُوْهُ کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی ۔ کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو ۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے +

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ۔

دسواں باب

مغیبات پر مطّلع ہونا

حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا مغیبات پر مطّلع

---

[۱] ترجمہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ ۔ بے شک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے ۱۲

[۲] ترجمہ ۔ اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے ۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا تھا ۱۲

[۳] صحیح مسلم ۔ غزوہ حنین ۔

ہونا اور غیوب ماضیہ و مستقبلہ کی خبر دینا بھی ہے۔ علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ جو کچھ اس قبیل سے حضور کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی و الہام سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے۔[1] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں (وعظ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اس مقام میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے کو ہے سب بیان فرمایا۔ اُسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بُھلا دیا جسنے بُھلا دیا۔ اس واقعہ کا میرے ان یاروں کو علم ہے۔ اور جو کچھ آپ نے خبر دی اُس میں سے ایسی چیز واقع ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا۔ پس اُس کو دیکھتا ہوں تو یاد کر لیتا ہوں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب وہ اُس سے غائب ہو جاتا ہے۔ پھر جب اُس کو دیکھتا ہے تو اُسے (بہ تفصیل و تشخیص) پہچان لیتا ہے انتہے۔

حضرت ابو زید فرماتے ہیں[2] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ پس آپ نے ہمیں وعظ فرمایا یہانتک کہ ظہر ہوگئی۔ پس آپ منبر پر سے اُتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا یہانتک کہ عصر آگئی۔ پھر آپ اُتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہانتک کہ سورج غروب ہوگیا۔ پس آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی۔ پس ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے وہ زیادہ عالم ہے انتہے۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ لیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیے الحدیث[3]

---

[1] مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ فصل اول۔
[2] صحیح مسلم۔ جلد ثانی۔ کتاب الفتن۔
[3] مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ فصل اول۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ کے قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے۔ پس فرمایا۔ کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے بیچ بارش کی طرح گر رہے ہیں۔ انتہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عایش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ تو زیادہ داناہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ پس پروردگار نے اپنا ہاتھ میرے دو شانے کے درمیان رکھا۔ پس میں نے اُس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں کے درمیان پائی۔ پس میں نے جان لیا[۱] جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا۔ اور آنحضرت نے نے یہہ آیت پڑھی۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْ[۲] اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت ہے۔ اسی کی مانند ترمذی میں ہے انتہے[۳]۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے دولتخانہ سے) نکلے۔ اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو۔ یہہ دو کتابیں کیسی ہیں۔ ہم نے عرض کی۔ نہیں یا رسول اللہ مگر یہہ کہ آپ ہمیں بتادیں۔ پس جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اُس کی نسبت فرمایا کہ یہہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اِس میں بہشتیوں کے نام اور اُن کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں اُن کا مجموعہ دیا گیا ہے۔ پس اُن میں کبھی نہ زیادتی ہو گی اور نہ کمی ہو گی۔ پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ

---

[۱] عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آں ۱۲ اشعۃ اللمعات

[۲] ترجمہ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے ۱۲

[۳] مشکوۃ۔ کتاب الصلوۃ۔ باب المساجد ۱۲

میں تھی اُس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اِس میں دوزخیوں کے نام اور اُن کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے۔ پس اُن میں کبھی نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر عمل کس واسطے ہے اگر اِس امر سے فراغت ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے عملوں کو درست کرو اور قُربِ آلہی ڈھونڈو۔ کیونکہ جو بہشتی ہے اُس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ اور جو دوزخی ہے اُس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔ پس ان دو کتابوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے انتہے[1]۔ امام احمد و طبرانی نے بروایت ابو ذر نقل کیا ہے۔ کہ اُس نے کہا۔ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آئے اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنے بازو ہلاتا ہے اُس کی بابت بھی اپنے علم کا ذکر آپ نے ہم سے کر دیا۔ انتہے[2]۔ طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے واسطے دنیا کو اُٹھایا۔ پس میں دُنیا کی طرف اور اُس میں قیامت تک حوادث مستقبلہ کی طرف یوں دیکھتا تھا کہ گویا اپنے اس کفِ دست کو دیکھ رہا ہوں انتہے[3]۔ طبرانی ہی میں حضرت حذیفہ بن اُسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اوّل سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی۔ پس آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ پیش کئے گئے آپ پر جو پیدا ہو چکے۔ پس کیونکر پیش کئے گئے

---

[1] مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ باب الایمان بالقدر۔ فصل ثانی ۱۲۔

[2] مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن۔ فصل ثالث ۱۲۔

[3] مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن۔ فصل ثالث ۱۲۔

جو پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے آب و گل میں اُن کی صورتیں بنائی گئیں یہانتک کہ میں اُن میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں کہ تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو انتہےٰ[1]۔ مسند فردوس میں ہے کہ میرے واسطے آب و گل میں میری اُمت کی صورت بنائی گئی اور مجھے تمام اسماء کا علم حضرت آدم کی طرح دیا گیا انتہےٰ[2]۔ جب حضور کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے۔ تو انس و جن و ملک میں سے کس کو یارا ہے کہ اُس کا احاطہ[3] کر سکے۔ لہذا یہاں جو کچھ بیان ہوتا ہے اُسے سمندر میں سے ایک قطرہ تصور کرنا چاہیئے۔

اخبار بالمغیبات کی دو قسم ہیں۔ ایک تو وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ دوسرے وہ جو احادیث میں وارد ہیں۔ قسم اوّل کا ذکر انشاء اللہ اعجاز القرآن میں ہوگا۔ قسم دوم کی چند مثالیں یہ ہیں۔ کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرما دینا کہ تو اس سال کے بعد مجھے نہ پائے گا۔ حضرت عدی بن حاتم کو راستے کے امن کی خبر دینا۔

---

[1] خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۹۷

[2] مواہب لدنیہ۔ کتاب فی المعجزات والخصائص۔ الفصل الثانی فیما خصہ اللہ تعالےٰ بہ من المعجزات۔ ایک روایت میں میری امت کی بجائے دنیا کا لفظ ہے۔ دیکھو زرقانی

[3] حضور کے علم اور باریتعالےٰ کے علم میں کیفیت کے لحاظ سے فرق بیّن ہے اور کمیت کے لحاظ سے بھی۔ حضور کا علم حادث ہے اور باریتعالےٰ کا علم ذاتی قدیم۔ حضور کا علم باریتعالےٰ کے علم سے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے سمندر میں سے چنانچہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان (جزء اول۔ صفحہ ۲۸۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال شیخنا العلامۃ ابقاہ اللہ بالسلامۃ فی الرسالۃ الرحمانیۃ فی بیان الکلمۃ العرفانیۃ علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلۃ قطرۃ من سبعۃ ابحر وعلم الانبیاء من علم نبینا محمد علیہ الصلاۃ والسلام بھذہ المنزلۃ وعلم نبینا من علم الحق سبحانہ بھذہ المنزلۃ انتہے۔ ترجمہ۔ ہمارے اُستاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت رکھے الرسالۃ الرحمانیہ فی بیان الکلمۃ العرفانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم سے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے سات سمندروں میں سے۔ اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہ کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے ۱۲

اور فرمادینا کہ اگر تیری زندگی دراز ہوئی۔ تو دیکھے گا کہ ایک عورت حیرہ سے تنہا سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اُسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ صحیفۂ قریش جسے اُنہوں نے بحفاظت تمام خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا ہوا تھا۔ اُس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا کہ اللہ کے نام کے سوا اُس تمام کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کی نسبت فرمانا کہ میری اہلبیت میں سے میری وفات کے بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔ ام المومنین حضرت زینب کی نسبت یوں فرمانا کہ میری وفات کے بعد میرے ازواج میں سب سے پہلے جو مجھے ملے گی وہ دراز دست (لمبے ہاتھ والی) ہے۔ ابی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ اصحمہ نجاشی کی موت کی خبر دینا جس دن اُس نے حبشہ میں وفات پائی۔ شب معراج کی صبح کو قریش کے قافلوں کی خبر دینا جو تجارت کے لئے ملک شام کو گئے ہوئے تھے۔ غار ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستے میں سراقہ بن مالک سے فرمانا کہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔ سلسلۂ خلافت اور خلفائے ثلاثہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا۔ واقعہ جمل وصفین کی خبر دینا۔ وباء عمواس کی خبر دینا۔ حضرت امام حسن کے دو گروہ اسلام میں ذریعہ صلح ہونے کی خبر دینا۔ حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر دینا۔ حضرت امیر معاویہ کی ولایت کی خبر دینا۔ حضرت عمار بن یاسر سے بتا دینا کہ تجھے گروہ باغی قتل کرے گا۔ واقعہ حرّہ کی خبر دینا۔ خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کے حالات کی خبر دینا۔ حجاج ظالم اور مختار کذاب کی خبر دینا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر سے فرمانا کہ تجھ پر ظلم ہوگا۔ خوارج و رافضہ و قدریہ و مرجئہ و زنادقہ کی خبر دینا۔ اُمت کے تہتر فرقے ہونے اور اُن میں سے ایک کے ناجی ہونے کی خبر دینا۔ غزوۂ اُحد میں خبر دینا کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔

بدر کے دن میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا الگ الگ نشان دینا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور وہاں فلاں - غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب فرما دینا کہ یہہ تیز ہوا ایک بڑے منافق (زفاعہ بن زید بن التابوت) کی موت کے لئے چلی ہے - حضرت اقرع بن شفی العکی سے حالت بیماری میں فرمادینا کہ تو اس بیماری میں نہیں مرے گا بلکہ ملک شام میں ہجرت کرے گا اور وہیں وفات پائے گا اور رملہ میں دفن ہوگا - فتح مکہ کی تیاریوں کے وقت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر دینا جو اُس نے اہل مکہ کو ان تیاریوں سے مطلع کرنے کے لئے لکھا تھا اور حضرت علی وغیرہ سے بتا دینا کہ اس حلیہ کی ایک عورت اس خط کو لے جارہی ہے اور تم اُسے فلاں جگہ جا پکڑو گے - وفد عبد القیس کے آنے کی خبر دینا - غزوہ موتہ جو مدینہ منورہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ملک شام میں ہو رہا تھا اُس کی نسبت خبر دینا کہ حضرت زید و جعفر و ابن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے اور آخر حضرت خالد نے فتح پائی - مقام تبوک میں جو شام و مدینہ کے درمیان ہے فرمادینا کہ آج مدینہ میں حضرت معاویہ لیثی نے انتقال فرمایا اور وہیں اُن کے جنازے کی نماز پڑھنا - کسریٰ و قیصر کے ہلاک ہونے اور فارس و روم کے فتح ہونے کی خبر دینا - لبید بن اعصم یہودی کے جادو کی خبر دینا - مومنین و منافقین کے اسرار کی خبر دینا - حضرت اویس قرنی کی خبر دینا - بنائے بغداد و بصرہ و کوفہ کی خبر دینا - امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی کی بشارت دینا - وغیرہ وغیرہ - یہہ تمام امور اُسی طرح وقوع میں آئے - جس طرح حضور نے خبر دی تھی - قیامت کی نشانیاں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ ان کے علاوہ ہیں - اور وہ تین قسم کی ہیں - اوّل وہ آثار جو وقوع میں آچکے مثلاً حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف - تمام صحابہ کرام کا اس دُنیا سے رحلت فرمانا حضرت

عثمان غنی کا شہید ہونا - تاتاریوں کا فتنہ - حجاز کی آگ - جھوٹے دجالوں کا دعوئے رسالت کے ساتھ نکلنا - بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہو جانا - سلطنت عرب کا زائل ہو جانا - تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں) - قتل اور فتنوں اور زلزلوں کی کثرت - مسخ و قذف - ریح احمر - انقطاع طریق حج - کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اٹھایا جانا - کثرت موت وغیرہ -

دوم وہ آثار جو ظہور میں آچکے اور زیادہ ہو رہے ہیں حتےٰ کہ قسم سوم سے مل جائیں گے مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا - قاریوں کا فاسق ہونا - چاندوں کا بڑا نظر آنا حتےٰ کہ کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے - بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا - قاریوں کی کثرت اور فقہاء کی قلت - امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت - فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم بازار بننا - مومن کا اپنے قبیلہ میں نقد [1] سے زیادہ ذلیل ہونا - تجارت کی کثرت - عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ شریک تجارت ہونا - قطع رحم کرنا کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت - جھوٹی گواہی کا ظاہر ہونا - امانت کو غنیمت سمجھنا - زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا - علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا - عقوق والدین کی کثرت - بڑوں کی عزت نہ ہونا - چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا - اولاد زنا کی کثرت - اونچے محلوں پر فخر کرنا - مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا - نماز پڑھانے کے لئے مسجدوں میں اماموں کا نہ ملنا - بغیر شروط و

[1] نقد بفتح نون و قاف - ایک قسم کی بدشکل بکری ہوتی ہے جس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں - یہ ذلت میں ضرب المثل ہے چنانچہ کہا کرتے ہیں اَذَلُّ مِنَ النَّقَدِ یعنی نقد سے زیادہ ذلیل - اس لفظ کا واحد نقدہ اور جمع نقاد ہے ۱۲

ارکان نمازیں پڑھنا حتّے کہ پچاس میں سے ایک کی بھی نماز کا قبول نہ ہونا۔ مسجدوں کی آرائش کرنا۔ مسجدوں کو راستے بنانا۔ قریبی لڑکی سے مفلسی کے سبب نکاح نہ کرنا اور کسی دنیتہ الاصل سے اُس کی دولتمندی کے سبب نکاح کرلینا۔ ناحق مال لینا۔ حلال درہم کا نہ پایا جانا۔ سائل کا محروم رہنا۔ اسلام کا غریب ہونا۔ لوگوں میں کینہ و بغض ہونا۔ عمریں کم ہونا۔ درختوں کے پھلوں کا کم ہونا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا۔ مال حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی منافقانہ مدح کرنا۔ خطبار کا جھوٹ بولنا۔ لوگوں کا راستوں میں چارپایوں کی طرح مجامعت کرنا۔ حکام کا ظلم کرنا۔ نجومیوں کو سچا جاننا۔ قضا و قدر کو حق نہ جاننا۔ مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا۔ جہاد نہ کرنا۔ مالداروں کی تعظیم کرنا۔ کبیرہ گناہوں کو حلال جاننا۔ سود اور رشوت کھانا۔ قرآن کو مزامیر بنانا۔ درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا۔ ریشم پہننا۔ ظلم و زنا کی کثرت۔ خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا۔ گانے والی لونڈیوں کا رکھنا۔ آلات لہو کو حلال سمجھنا۔ شراب پینا۔ حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا۔ عہد توڑنا۔ عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اخیر امت کا اولِ امت کو بُرا کہنا۔ مردوں کا عمامے چھوڑ کر عجمیوں کی طرح تاج پہننا۔ قرآن کو تجارت بنانا۔ مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا۔ جوا کھیلنا۔ باجے بجانا۔ کم تولنا۔ جاہلوں کا حاکم بنانا وغیرہ۔

سوم وہ آثار جن کے بعد ساتھ ہی قیامت آجائیگی اور وہ یکے بعد دیگرے پے درپے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ مثلاً امام مہدی کا آنا۔ مسیح الدجال کا نکلنا۔ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے اُترنا۔ یاجوج و ماجوج کا نکلنا۔ مدینہ منورہ کا بے آباد ہونا۔ خانہ کعبہ کا گرایا جانا۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ایک عجیب چارپایہ کا

نکلنا۔ ایک ہوا کا چلنا جو ہر مومن کی روح قبض کرلے گی۔ لوگوں کا بُت پرستی شروع کرنا۔ قرآن کا اُٹھایا جانا۔ یمن یا قعر عدن سے ایک آگ کا نکلنا۔ جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک لے جائے گی۔

ان سب کے حالات کے لئے ایک ضخیم کتاب چاہئے۔ بطور نمونہ یہاں دو تین پیشین گوئیوں کا ذکر درج کیا جاتا ہے۔

کعبہ شریف کی حجابت

محمد بن سعد الزہری البصری (متوفی سنہ ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب طبقات میں نقل کیا ہے کہ خبر دی[1] ہم کو واقدی نے کہ حدیث کی ہم کو ابراہیم بن محمد العبدری نے اپنے باپ (محمد العبدری) سے کہ حضرت عثمان بن طلحہ نے کہا کہ ہجرت سے پہلے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ملے۔ پس آپ نے مجھے دعوتِ اسلام کی۔ میں نے کہا۔ اے محمد تجھ سے تعجب ہے کیونکہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری پیروی کروں۔ حالانکہ تو نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے اور تو ایک نیا دین لایا ہے۔ ہم جاہلیت میں کعبہ کو دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن کھولا کرتے تھے۔ پس ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے۔ پس میں نے آپ سے درشت کلامی کی اور آپ کو بُرا کہا مگر آپ نے مجھ سے درگذر کیا۔ پھر فرمایا۔ اے عثمان تو یقیناً عنقریب ایک دن اس کنجی کو میرے ہاتھ میں دیکھے گا کہ میں جہاں چاہوں رکھ دوں۔ میں نے کہا کہ اُس دن بے شک قریش ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ بلکہ زندہ رہیں گے اور عزت پائیں گے اور آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی اس بات نے مجھ پر اثر کیا۔ میں نے

---

[1] اس رسالہ میں ہر جگہ میں نے عربی عبارات واحادیث کا اُردو ترجمہ قریباً لفظی کیا ہے۔ اور یہ کوشش کی ہے کہ کوئی لفظ ترجمہ کے بغیر نہ رہے ۱۲

گمان کیا کہ جیسا آپ نے فرمایا عنقریب ویسا ہی ہو جائے گا۔اس لئے میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا۔پس ناگاہ میری قوم مجھ سے نہایت درشت کلامی کرنے لگی۔جب فتح مکہ کا دن ہوا۔تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔اے عثمان کنجی لا۔ اور آپ نے مجھ سے لے لی۔پھر مجھے وہی کنجی دیکر فرمایا۔لو یہ پہلے سے تمہاری ہے اور تمہارے ہی پاس ہمیشہ رہے گی۔ظالم کے سوا کوئی اسے تم سے نہ چھینے گا۔ اے عثمان اللہ نے تم کو اپنے گھر کا امین بنایا۔پس اس گھر کی خدمت کے سبب جو کچھ تمہیں ملے اُسے موافق دستور شرعی کھاؤ۔پس جب میں نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے مجھے پکارا۔میں پھر حاضر ہوا۔پس آپ نے فرمایا کیا وہ بات نہ ہوئی جو میں نے تجھ سے کہی تھی۔اِس پر مجھے مکہ میں ہجرت سے پہلے آپ کا وہ قول یاد آگیا کہ تو یقیناً عنقریب ایک دن اُس کنجی کو میرے ہاتھ میں دیکھے گا کہ میں اسے جہاں چاہوں رکھ دوں۔پس میں نے کہا ہاں (وہ بات ہوگئی) میں گواہی[1] دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انتہے[2]

اس حدیث شریف میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔ایک یہ کہ ہجرت سے پہلے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے فرمادیا تھا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے روز وقوع میں آیا۔دوسرے یہ کہ آپ نے قریش کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ اُس دن بجائے ہلاک و ذلیل ہونے کے زندگی و عزت پائیں گے سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے دن واقع ہوا کہ قریش نے اسلام میں داخل ہو کر دارین میں حیات طیبہ حاصل کی اور عزت پائی۔واقع میں وہ اس سے پہلے ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان بتوں کے آگے سر جھکاتے

---

[1] حضرت عثمان نے یہ معجزہ دیکھ کر تجدید شہادت کی۔ورنہ یہ معلوم ہے کہ آپ سال فتح سے پہلے اسلام لے آئے تھے ۱۲

[2] مواہب لدنیہ۔فتح مکہ زاد اللہ شرفاً۔خصائص کبرے۔جزو اول۔باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص۔ ۱۲

تھے جنہیں خود انہیں کے ہاتھوں نے تراشا تھا۔ فتح کے دن وہ اس ذلت سے نکل گئے اور اُن کو خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسرے یہہ کہ حضور نے حضرت عثمان بن طلحہ کو کنجی دیتے وقت فرمایا کہ یہہ کنجی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی سو آج تک کہ تیرہ سو سال سے زائد ہو چکے ہیں خانہ کعبہ کی کنجی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیشہ رہے گی ؎

حجاز کی آگ

صحیحین[1] میں بروایت سعید بن المسیّب مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی یہانتک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصرے[2] میں اونٹوں کی گردنیں روشن کر دیگی۔ چنانچہ مذکورۂ بالا پیشین گوئی کے مطابق وہ آگ[3] سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔ اس کے ظہور سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اُس کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ ماہ جمادی الاولے ۶۵۴ھ کی اخیر تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا۔ مگر چونکہ خفیف تھا۔ اس لئے بعض لوگوں کو محسوس نہ ہوا۔ سہ شنبہ کے روز سخت زلزلہ آیا اور عام وخاص سب نے محسوس کیا۔ شب چہار شنبہ سوم جمادی الاخرے کو رات کے اخیر

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وفات ۲۵۶ھ۔ امام مسلم کی ولادت ۲۰۴ھ اور وفات ۲۶۱ھ۔ حدیث کے الفاظ یہہ ہیں
قال سعید بن المسیّب اخبرنی ابوھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال لاتقوم الساعۃ حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضیٔ اعناق الابل ببصری

[2] بصری ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ یہہ بصرہ نہیں جو عراق عرب میں ہے ۱۲

[3] مفصل حالات کے لئے دیکھو وفاء الوفا باخبار دار المصطفے للعلامۃ السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ جزء اول۔ صفحہ ۹۹-۱۰۷ ؎

تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے۔ اور اس کی ہیبت سے دل کانپ گئے۔ زلزلے کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا۔ اور اُس کی آواز بجلی سے بڑھکر تھی۔ زمین کانپتی تھی۔ اور دیواریں ہل رہی تھیں یہانتک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت ہوئی۔ جمعہ کی چاشت کو زلزلہ بند ہوگیا اور دوپہر کو مدینہ منورہ سے قریباً ایک منزل جانب شرق یہہ آگ نمودار ہوئی۔ اس کے محل ظہور سے آسمان کی طرف بکثرت دھوُاں اُٹھا۔ جس نے افق کو گھیر لیا۔ جب تاریکی چھاگئی اور رات آگئی۔ تو آگ کی شعاع بلند ہوئی۔ یہہ آگ ایک بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ جس کے گرد ایک فصیل ہو اور اُس فصیل پر کنگرے اور برج اور مینار ہوں۔ غرض اس آگ کو دیکھکر تمام اہل مدینہ ڈر گئے۔ چنانچہ قاضی سنان حسینی کا بیان ہے کہ میں امیر مدینہ عزالدین منیف بن شیمہ کے پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کر۔ یہہ سنکر اُس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دئے۔ اور لوگوں کے مظالم ان کو واپس کر دئے۔ پھر وہ اپنے قلعہ سے نکل کر حرم شریف میں آیا۔ اور اُس نے اور تمام اہل مدینہ حتٰے کہ عورتوں اور بچوں نے جمعہ کی رات اور ہفتہ کی رات حرم شریف میں گزاری۔ اور باغات میں کوئی نہ رہا جو حرم شریف میں نہ آیا ہو۔ لوگ رات کو گریہ وزاری اور تضرع کرتے تھے۔ اور حجرۂ شریف کے گرد ننگے سر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑ گڑا کر دُعا مانگ رہے تھے۔ اور نبی الرحمۃ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ مانگ رہے تھے انتہےٰ۔ قطب قسطلانی جو اُسوقت مکہ معظمہ میں مقیم تھا اُس کا بیان ہے کہ یہہ آگ بڑھتی چلی آئی یہانتک کہ حرہ اور وادی شظات کے متصل آپہنچی اور وادی شظات میں سے جس کی ایک طرف وادی حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے گزر کر حرم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل ٹھیر گئی۔ اِس آگ کے شعلے ایسے تیز تھے کہ شجر و حجر جو اس کے راستے میں آتا اُسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا دیتی۔ غرض اس رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی تُربت شریف کی

برکت سے یہ آگ حرم شریف سے خارج ہی رہی۔ اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا رُخ جانب شمال کر لیا۔ اور ۵۲ دن تک روشن رہی انتہی۔ یہ آگ مکہ۔ ینبع اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی۔ اور شہر بصرے کے حاضرین کو اس کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آگئیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ مورخین کا قول ہے کہ یہ آگ چار فرسنگ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔ اس کی حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگھل جاتا تھا۔ اس طرح وادی کے اخیر میں حرہ کے منتہا کے نزدیک پگھلے ہوئے پتھر جمع ہوتے گئے۔ اور آخر کار اُن سے وادی شظات کے وسط میں کوہ وعیرہ کی طرف ایک سد بن گئی۔ اس سد کے آثار باقی ہیں اور اہل مدینہ اُسے حبس کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ایسا مشہور ہے کہ مورخین کے نزدیک حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے کذا فی وفاء الوفا للسمہودی + امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) جو اُس زمانے میں موجود تھے اس آگ کی نسبت شرح صحیح مسلم (مطبوعہ انصاری۔ جلد ثانی۔ کتاب الفتن۔ ص ۳۹۳) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد خرجت فی زماننا نار بالمدینۃ سنۃ اربع وخمسین وستمائۃ وکانت نارا عظیمۃ جدا خرجت من جنب المدینۃ الشرقی وراء الحرۃ تواتر العلم بھا عند جمیع اھل الشام وسائر البلدان واخبرنی من حضرھا من اھل المدینۃ ترجمہ۔ اور تحقیق ہمارے زمانے میں مدینہ میں ۶۵۴ھ میں ایک آگ نکلی۔ اور وہ نہایت بڑی آگ تھی جو مدینہ کے مشرقی پہلو سے حرہ کے پیچھے نکلی۔ شام اور باقی شہروں کے تمام باشندوں کو بطریق تواتر اس کا علم ہوا۔ اور مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس نے اُس آگ کو دیکھا انتہی۔

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء خامس۔ ص ۱۱۲) میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الاخری ۶۵۴ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی۔ تو مدینۃ النبی میں اس آگ کا ظہور ہوا اور دو

راتیں اس سے پہلے ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی۔ پھر ایک بڑا زلزلہ آیا۔ پھر قریظہ کے قریب حرّہ میں یہہ آگ ظاہر ہوئی۔ اہل مدینہ اپنے گھروں سے اِسے دیکھتے تھے۔ اس آگ کی رَوِشیں پانی کی طرح جاری ہوئیں۔ اور پہاڑ آگ ہو کر روان ہوئے۔ یہہ آگ حاجیوں کے راستہ عراقی کی طرف روانہ ہوئی۔ پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی۔ رات کے اخیر حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔ لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی اور گناہ ترک کر دئے۔ یہہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی۔ اور یہہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب مصطفےٰ صلوات اللہ علیہ نے دی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ "قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصرے میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی"۔ ایک شخص سے جو رات کے وقت بصرے میں تھا روایت ہے کہ اس کو اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آگئیں انتہے۔

تاتاریوں کا فتنہ

حادثہ بغداد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ ایک پست زمین میں جس کا نام بصرہ ہوگا ایک دریا کے نزدیک اُتریں گے جس کو دجلہ کہتے ہیں۔ اُس دریا پر ایک پل ہوگا۔ بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں گے۔ اور وہ شہر مسلمانوں کے بڑے شہروں سے ہوگا۔ جب آخر زمانہ آئے گا۔ تو قنطوراء کے بیٹے آئیں گے جن کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی یہانتک کہ وہ اُس دریا کے کنارے پر اُتریں گے پس بصرہ کے باشندے تین گروہ ہو جائیں گے۔

ایک گروہ بیلوں کی دُموں[1] اور بیابان میں پناہ لے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی جانوں کے لئے طالب امان ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پسِ پشت ڈال دے گا اور اُن سے لڑے گا۔ اور وہی حقیقی شہید ہوں گے۔ اس حدیث کو ابو داؤد[2] نے روایت کیا ہے انتہےٰ[3]

اس حدیث میں قنطورا سے مراد تاتاری لوگ یعنی ترک ہیں۔ کیونکہ قنطورا حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی کا نام ہے جس کی نسل سے یہہ لوگ ہیں۔ اُن کے چہروں کے کشادہ اور آنکھوں کے چھوٹا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ حدیث میں بصرہ کا نام ہے۔ مگر اس سے مراد شہر بغداد ہے کیونکہ دریائے دجلہ اور پُل بغداد میں ہیں نہ کہ بصرہ میں۔ اور نیز ترک لڑائی کے لئے اس کیفیت سے جو حدیث میں مذکور ہے بصرہ میں نہیں آئے۔ بلکہ بغداد میں آئے ہیں جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔ پس حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لئے ہے کہ بغداد کی نسبت بصرہ قدیم شہر ہے جس کے مضافات میں سے وہ گاؤں اور مواضع تھے جن میں شہر بغداد بنا علاوہ ازیں بغداد کے قریب ایک گاؤں کا نام بھی بصرہ ہے۔[4]

یہہ پیشین گوئی ماہ محرم ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی جبکہ چنگیز خاں تاتاری کے پوتے ہلاکو نے شہر بغداد پر لشکرکشی کی۔ اس کی مختصر کیفیت[5] یہہ ہے کہ

---

[1] یعنی اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو بیلوں پر لاد کر جنگل کو چلے جائینگے ۱۲

[2] ابو داؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں اور وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی ۱۲

[3] مشکوٰۃ کتاب الفتن۔ باب الملاحم۔ فصل ثانی۔

[4] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب الملاحم۔

[5] مفصل حالات کے لئے دیکھو طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ للتاج السبکی۔ المتوفی ۷۷۱ھ۔ جزء خامس۔ صفحہ ۱۱۲-۱۱۶۔

اُس وقت بغداد میں خاندان عباسیہ کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا۔ اس کا وزیر مؤید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی فاضل و ادیب مگر رافضی تھا۔ اور اس کے دل میں اسلام و اہل اسلام کی طرف سے کینہ و بغض تھا۔ وزیر مذکور شہزادہ ابوبکر اور امیر کبیر رکن الدین دویدار کا بھی دشمن تھا کیونکہ یہہ دونوں اہل سنت تھے اور اُنہوں نے یہہ سُن کر کہ کرخ[1] کے رافضیوں نے اہل سنت سے تعرض کیا ہے کرخ کو لوٹ لیا تھا اور روافض کو سخت سزائیں دی تھیں۔ ابن علقمی چونکہ بظاہر ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے پوشیدہ طور پر بذریعہ کتابت تاتاریوں کو عراق پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ہلاکو کے دربار میں حکیم نصیر الدین طوسی رافضی تھا جس نے ابن علقمی کی ترغیب کو اور سہارا دیا۔ اور آخر کار ہلاکو کو حملہ بغداد پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ہلاکو بڑی تیاری کے ساتھ بغداد پر چڑھ آیا۔ لشکر بغداد بسرکردگی رکن الدین دویدار مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اور بغداد سے دو منزل کے فاصلہ پر ہلاکو کے مقدمہ لشکر سے جس کا سردار تایجو تھا مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بغدادیوں کو شکست ہوئی۔ کچھ تہ تیغ ہوئے۔ کچھ پانی میں ڈوب گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ تایجو آگے بڑھا اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر اُترا۔ ہلاکو نے مشرق سے حملہ کیا اور بغداد کو گھیر لیا۔ اسوقت ابن علقمی نے خلیفہ کو صلح کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ میں صلح کی شرائط ٹھیرانے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آکر خلیفہ مستعصم سے کہنے لگا۔ اے امیر المومنین ہلاکو کی دلی خواہش ہے کہ اپنی

---

[1] کرخ بفتح اول و ثانی و خاے معجمہ دہے است قریب بغداد و قبل محلہ از بغداد ۱۲ غیاث اللغات۔

بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابوبکر سے کر دے۔ اور آپ کو منصب خلافت پر قائم رکھے۔ مگر وہ آپ سے صرف اتنا چاہتا ہے کہ آپ اُس کی طاعت تسلیم کر لیں۔ پھر وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ لہذا آپ اس پر عمل کریں کیونکہ اس طرح مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ یہہ سُن کر خلیفہ مع ارکان و اعیان سلطنت طالب امن و امان ہو کر نکلا۔ وہاں پہنچکر وہ ایک خیمہ میں اُتارا گیا۔ پھر وزیر مذکور شہر میں آیا۔ اور علماء و فقہاء سے کہا کہ آپ شہزادہ کے عقد میں شامل ہوں۔ چنانچہ وہ بغداد سے نکلے۔ اور قتل کیئے گئے۔ اسی طرح عقد کے بہانہ سے ایک کے بعد دوسرا گروہ بلایا گیا اور قتل کیا گیا۔ پھر خلیفہ سے کے حاشیہ نشین طلب کیئے گئے۔ اور قتل ہوئے۔ پھر خلیفہ کی سب اولاد قتل ہوئی۔ خلیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ کافر ہلاکو نے اُسے رات کے وقت بلایا۔ اور کئی باتیں دریافت کیں۔ پھر اُس کے قتل کا حکم دیا۔ ہلاکو ظالم سے کہا گیا کہ اگر خلیفہ کا خون گرایا جائے گا۔ تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ اور تیرا ملک تباہ ہو جائے گا کیونکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچے کی اولاد میں سے ہے اور دُنیا میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اس پر وہ سنگدل حکیم نصیر الدین طوسی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ مار ڈالا جائے۔ اور اور اس کا خون نہ گرایا جائے۔ چنانچہ ۲۰۔ محرم ۶۵۶ھ کو اُس بیچارے کو ایک بوری میں بند کر کے ہتھوڑوں سے مار ڈالا گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اُسے لاتوں سے مار ڈالا گیا۔ اور اُس کے امیروں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ پھر شہر بغداد میں خونریزی شروع ہوئی۔ اکثر باشندے شہید ہوئے۔ تیس دن سے کچھ اوپر قتل جاری رہا۔ کہا گیا ہے کہ مقتولین کی کل تعداد اٹھارہ لاکھ تھی۔ اس کے بعد امان دی گئی۔ پس جو لوگ چھپے ہوئے تھے ان میں سے اکثر تو زمین کے نیچے ہی طرح طرح کی مصیبتوں سے مر گئے۔ جو زندہ نکل آئے انہوں نے بڑی ذلتیں اُٹھائیں۔ پھر گھروں کو کھود کر بے شمار

دفائن و اموال نکالے گئے۔ پھر نصارے بلائے گئے تاکہ علانیہ شراب خوری کریں اور سور کا گوشت کھائیں۔ اور مسلمان بھی اُن کے ساتھ شریک ہوں۔ ستمگار ہلاکو سوار ہو کر قصر خلافت کے آستانہ تک آیا اور حرم کی بے آبروئی کی گئی۔ اور وہ محل ایک عیسائی کو دیا گیا۔ مسجدوں میں شراب بہا دی گئی۔ اور مسلمانوں کو علانیہ آذان دینے سے منع کیا گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہہ سب ایک بغداد میں ہوا۔ بغداد کے علاوہ تاتاریوں نے اور جگہ بھی بہت کچھ کیا ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ تاتاریوں کے فتنہ سے بڑھکر دنیا میں کوئی فتنہ وقوع میں نہیں آیا ہے۔ خلیفہ مستعصم کے ساتھ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ عرب کی سلطنت روئے زمین سے اُٹھ گئی جو قرب قیامت کے آثار میں سے ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۹۱ھ) نے جو حادثہ بغداد کے وقت زندہ تھے مستعصم باللہ کا ایک نہایت دردناک مرثیہ لکھا ہے۔ جس میں سے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

	ترجمہ
(۱) آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں بر زوالِ ملکِ مستعصم امیر المومنیں	آسمان پر واجب ہے کہ امیر المومنین مستعصم کی سلطنت کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔
(۲) اے محمد گر قیامت بر آری سر ز خاک سر بر آر و ایں قیامت درمیانِ خلق بیں	اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قیامت کو تربت شریف سے نکلینگے تو ابھی نکل خلقت میں یہہ قیامت دیکھ لیجئے۔
(۳) نازنینانِ حرم را خونِ خلقِ نازنیں ز آستاں بگذشت و ما را خونِ دل از آستیں	محل کے نازپرور دولے خلق کا خون ڈیوڑھی سے بہ گیا۔ اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔
(۴) زینہار از دورِ گیتی و انقلابِ روزگار در خیالِ کس نگشتے کانچناں گردد چنیں	زمانے کی گردش اور دنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہیئے یہہ بات کسی کے خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ یوں سے یوں ہو جائے گا۔
(۵) دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکتِ بیت الحرام قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقاں بر زمیں	اے مخاطب کہ تونے بیت الحرام کی سی شان و شوکت دیکھی ہے جہاں روم کے قیصر خاک پر سر رگڑتے تھے اور چین کے خاقان زمین پر بیٹھتے تھے۔ ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھ

(۶) خونِ فرزندانِ عمِ مصطفےٰ شد ریختہ ہم برآں خاکے کہ سلطاناں بہادند سے جبیں	کہ پیغمبر خدا کے نبی عم کا خون اُسی خاک پر بہایا گیا جہاں بڑے بڑے بادشاہ ماتھا رگڑتے تھے۔
(۷) دجلہ خوں ناب است زیں پس گر بہد سوئے نشیب خاکِ نخلستانِ بطحا را کند باخوں عجیں	دریائے دجلہ کا پانی خالص خون ہوگیا ہے۔ اگر بستی کی طرف بہے گا۔ تو نخلستان بطحی کی خاک کو خون سے رنگین کر دے گا۔

یہ وہ پیشین گوئیاں ہیں کہ جن سے دنیا میں کسی قوم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ طوالت کے خوف سے انہیں کے بیان پر کفایت کی گئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلَاةٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَةٍ عَلٰى اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

گیارھواں باب

محاسنِ ظاہری و باطنی

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف جمیلہ و اخلاق جلیلہ منجملہ دلائل نبوت ہیں۔ آپ کی طلاقت آپ کا حسن منظر اور آپ کا اعتدال صورت ایسا تھا کہ اپنوں کا تو کیا ذکر بیگانے بھی جب روے مبارک کو دیکھتے۔ تو بے ساختہ پکار اُٹھتے۔ ما ھذا وجہ کذّاب (یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) ان شمائل کے ساتھ آپ کے حسن اخلاق و آداب پر غور کریں۔ آپ اُمّی تھے آپ کی ولادت شریف ایسے شہر میں ہوئی۔ جہاں کوئی ذریعہ تعلیم نہ تھا۔ اور نہ آپ نے کبھی وطن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جاکر علم حاصل کیا۔ بلکہ اُمّیوں ہی میں یتیمی کی حالت میں نشو و نما پایا۔ پس علوم و معارف سے قطع نظر یہ مکارم

اخلاق اور محاسن آداب آپ نے بجز وحی الٰہی کہاں سے سیکھے ؎

نگارِ من کہ بمکتب نرفت وخط ننوشت ٭ بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

الغرض جو شخص بنظرِ انصاف آپ کی صورت۔ آپ کی سیرت۔ آپ کے اقوال۔ آپ کے افعال اور آپ کے احوال کا مطالعہ کرتا ہے۔ اُسے آپ کی نبوت کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جو اوصاف آپ میں مجتمع تھے۔ وہ آپ سے پہلے یا آپ کے زمانہ میں کبھی کسی میں جمع نہ ہوئے اور نہ قیامت تک ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَّاَفْضَلَ سَلَامٍ وَّاَفْضَلَ بَرَكَۃٍ عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَہُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

خلاصۂ کلام

بیانِ بالا سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی وسعت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھنا چاہیئے کہ جو معجزات اور جو فضائل دیگر انبیاءِ کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جدا جدا موجود تھے۔ وہ سب آپ کی ذات شریف میں مجتمع تھے۔ اور ان کے سوا آپ میں ایسے فضائل بکثرت تھے جو کسی دوسرے میں نہیں پائے جاتے۔ آپ کے نام مبارک میں بھی اسی امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بحساب جُمّل کبیر آپ کے اسم شریف کے عدد تین سو چودہ ہیں بدیں تفصیل۔

مُحَمَّد (میم ۴۰، حا ۸، میم ۴۰، میم ۴۰، دال ۴) ۔ اور رسولوں کی تعداد حدیث ابوذر میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے تین سو تیرہ آئی ہے۔

مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

نامِ احمد نامِ جملہ انبیاست ٭ چونکہ صد آمد نود ہم پیشِ ماست

بغرضِ توضیح چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام	سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا۔	آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسماء کے علاوہ مسمیات کا بھی علم دیا جیسا کہ حدیث طبرانی و مسند فردوس کے حوالہ سے پہلے آ چکا ہے۔
آپ کو فرشتوں نے سجدہ کیا	آپ پر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور مومنین بھی سلام و درود بھیجتے ہیں۔ یہ شرف اتم واکمل ہے کیونکہ سجدہ تو ایک دفعہ ہو کر منقطع ہو گیا۔ اور یہ درود و سلام ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور اعم بھی ہے کیونکہ سجدہ تو صرف فرشتوں سے ظہور میں آیا۔ اور درود میں اللہ، فرشتے اور مومنین شامل ہیں۔ علاوہ ازیں امام فخر رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس لئے سجدہ کا حکم دیا تھا کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔
(۲) حضرت ادریس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا	آپ کو اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں آسمانوں کے اوپر مقام قاب قوسین تک اٹھایا۔
(۳) حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ پر	آپ کے وجود کی برکت سے آپ کی امت عذاب استیصال سے محفوظ رہی۔

ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی۔	سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ[۱] اللہ تعالےٰ نے کشتی نوح کو بھی آپ ہی کے نور کی برکت سے غرق ہونے سے بچایا کیونکہ اسوقت نور محمدی حضرت سام[۲] کی پیشانی و پشت میں تھا۔
(۴) حضرت هود علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی مدد کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہوا بھیجی۔	باد صبا سے اللہ تعالےٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ بادِ صبا[۳] سے میری مدد کی گئی۔ اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی۔
(۵) حضرت صالح علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے لئے اللہ تعالےٰ نے پتھر میں سے ایک اونٹنی نکالی۔	اونٹ نے آپ کی اطاعت کی اور آپ سے کلام کیا۔
(۶) حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔	آپ ہی کے نور کی برکت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آگ ٹھنڈی ہو گئی۔[۴] آپ کی ولادت شریف پر فارس کی آگ جو ہزار برس سے نہ بجھی تھی گل ہو گئی۔ شب معراج میں کرۂ ناریہ سے آپ کا گزر ہوا اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ آپ کی امت میں ایسے

[۱] یعنی اللہ تعالےٰ اُن کو عذاب نہیں دینے کا جس حال میں کہ آپ اُن میں موجود ہیں ۱۲

[۲] دیکھو زرقانی علی المواہب۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۔

[۳] نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور (خصائص کبریٰ۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۴۳)

[۴] جب غزوۂ تبوک کے بعد رمضان ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ وردت نار الخليل مكتتما - في صلبه انت كيف يحترق - یعنی آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی آگ میں پوشیدہ داخل ہوئے۔ آپ اُن کی پشت میں تھے وہ کیسے جل سکتے تھے۔ طبرانی وغیرہ نے اس قصے کو روایت کیا ہے۔ دیکھو مواہب زرقانی۔ غزوہ تبوک۔

پرندے آپ کے مسخر کردئے گئے۔	سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرندوں کے علاوہ حیوانات (وحشی بھیڑئیے شیر وغیرہ) آپ کے مسخر و مطیع کر دئے گئے۔
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہوجاتا تھا	دلائل ابی نعیم میں ہے کہ آپ کے لئے سخت پتھر ایسے نرم ہوگئے کہ غار بن گئے چنانچہ احد کے دن آپ نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف داخل کیا تاکہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں۔ پس اللہ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اس میں داخل کیا۔ وہ پتھر اب تک باقی ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مشرفہ کے ایک درہ میں آپ نے نماز میں ایک سخت پتھر سے قرار پکڑا۔ پس وہ ایسا نرم ہوگیا کہ آپ کے ہر دو بازو شریف نے اس میں اثر کیا۔ وہ پتھر مشہور ہے۔ اور جو لوگ حج کو جاتے ہیں اس کی زیارت کرتے ہیں۔ آپ کے لئے شب معراج میں صخرۂ بیت المقدس خمیر کی مانند ہوگیا۔ پس آپ نے اس سے اپنا براق باندھا۔ لوگ آج تک اسے ہاتھ سے چھوتے ہیں۔ انتہیٰ[1]
(۱۱) حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو ملک عظیم عطا ہوا	اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملک لیں یا عبودیت۔ آپ نے عبودیت کو پسند فرمایا۔ باینہمہ اللہ تعالیٰ نے خزائن الارض کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائی ہیں اور آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ جس کو چاہیں عطا کریں

[1] دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم الاصبہانی۔ صفحہ ۲۱۵

	سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ کے تخت کو جہاں چاہتے ہوا اُڑا لی جاتی۔ صبح سے زوال تک ایک مہینہ کی مسافت اور زوال سے شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے۔	آپ کو شب معراج میں براق عطا ہوا جو ہوا بلکہ بجلی سے بھی تیز تھا۔
جن بقہر و غلبہ آپ کے تابع تھے۔	جن بطوع و رغبت آپ پر ایمان لائے
آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔	آپ اونٹ بھیڑیے وغیرہ حیوانات کا کلام سمجھتے تھے۔ آپ سے پتھر نے کلام کیا۔ جسے آپ نے سمجھ لیا۔
(۱۴) حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔	آپ نے بھی مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔ جب خیبر فتح ہوا۔ تو وہاں کی ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر آلودہ بکری کا گوشت ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ آپ نے اس بکری کا بازو لیا اور اس میں سے کچھ کھایا۔ وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ یہ مُردے کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا مُردہ ہی تھا۔
آپ نے مٹی سے پرندہ بنا دیا	آپ نے غزوۂ بدر میں خشک شاخ سے لوہے کی تلوار بنا دی
آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے کلام کیا	آپ نے ولادت شریف کے بعد کلام کیا۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص بکثرت ہیں۔ مثلاً آپ کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا۔ آدم اور تمام مخلوقات آپ ہی کے لئے پیدا کی گئی۔ روز میثاق میں سب سے پہلے بلیٰ آپ ہی نے کہا۔ آپ کی بابت تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اگر آپ کے زمانے کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ آپ کی ولادت شریف پر بت اوندھے ہوگئے۔ اور ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آپ کے بدن مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ آپ کے جامہ میں جوں نہ پڑتی تھی۔ آپ چونکہ سراپا نور تھے۔ اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا اور آپ سامنے اور پیچھے اور تاریکی و روشنی میں یکساں دیکھتے تھے۔ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور حکمت وانوار سے بھر دیا گیا۔ آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔ آپ کو آسمانوں کے اوپر معراج ہوا۔ آپ کو جو کتاب عنایت ہوئی۔ وہ تبدیل وتحریف سے محفوظ ہے۔ آپ تمام خلقت کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ کو بعض معجزے ایسے عطا ہوئے کہ پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ اللہ کے حبیب ہیں۔ آپ افضل الرسل اکرم الخلق اور سید ولد آدم ہیں۔ اللہ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔ جو شخص آپ کو خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقت میں آپ کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ شیطان آپ کی شکل نہیں بن سکتا۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے خزائن الارض کی کنجیاں عطا کی ہیں۔ آپ خلیفہ مطلق ونائب کل باری تعالےٰ کے ہیں جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں۔ آپ قیامت کو سب سے پہلے تربت شریف سے اُٹھیں گے۔ آپ کو مقام محمود عطا ہوگا۔ آپ گنہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ آپ کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا۔ آپ کو حوض کوثر عطا ہوگا آپ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور آپ کے ساتھ آپ کی اُمت بھی سب امتوں سے پہلے بہشت میں جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ ◆

اعتراض

پوشیدہ نہ رہے کہ معجزوں کا اکثر ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے۔ مگر کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے ثابت ہو کہ محمد صاحب نے معجزے دکھلائے۔ بہت سی آیتیں ہیں جن میں معجزے نہ دکھلانے کا سبب درج ہے اور بعض ایسی بھی ہیں جن میں وہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ میں معجزے دکھلانے کو نہیں بھیجا گیا۔ سورۂ عنکبوت میں یوں مرقوم ہے۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ یعنی کہتے ہیں کہ اگر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی اُس پر نازل نہ ہوگی۔ تو ہم ایمان نہ لاویں گے۔ پس اے محمد تو کہہ کہ نشانیاں خدا کے پاس ہیں۔ میں تو ایک نصیحت دینے والا ہوں۔ پھر سورۂ بنی اسرائیل میں لکھا ہے۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ یعنی کوئی چیز ہمیں مانع نہیں ہوئی کہ تجھے معجزے کے ساتھ بھیجیں مگر یہ کہ اگلے پیغمبروں کو جو ہم نے معجزے دیکر بھیجا تھا اُنہیں لوگوں نے جھوٹا جانا۔ مگر اس مضمون کا بہت طول بیان کرنا ضرور نہیں ہے۔ قرآن کا ہر ایک بے تعصب پڑھنے والا اس قول کی تصدیق یا اقرار کرے گا۔ سچ ہے کہ اکثر محمدی مصنف معجزوں کا ذکر کرکے محمد صاحب سے منسوب کرتے ہیں مگر یہ گمان یہانتک محمد صاحب کی باتوں کے خلاف ہے کہ بالکل قابل اعتبار نہیں (خطوط بنام جوانان ہند۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ لودیانہ امریکن مشن پریس ۱۸۹۰ء۔ صفحہ ۲۲۳-۲۲۴)

جواب

عیسائی لوگ مسلمانوں پر اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ مگر اُنہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت جو کچھ اناجیل اربعہ میں

آیا ہے اُس کا خلاصہ یہہ ہے۔
(۱) متی باب ۱۲ آیہ ۳۸-۳۹ میں ہے کہ بعضے فقیہوں اور فریسیوں نے مسیحؑ سے ایک نشان طلب کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اِس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ انتہےٰ۔ اسی طرح متی باب ۱۶ آیہ ۱-۴ میں ہے کہ فریسیوں اور صدوقیوں نے آزمایش کے لئے حضرت مسیح سے آسمانی نشان طلب کیا۔ مگر یہاں بھی آپ نے وہی جواب دیا کہ یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں نہ دکھایا جائیگا۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہہ جواب بھی قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ سوال تو آسمانی نشان کا تھا۔ اور جواب میں زمینی نشان کا وعدہ ہوا سوال از آسمان جواب از ریسماں۔ باوجود اس کے اسی انجیل میں مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزے منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پانچ روٹیوں سے چار ہزار آدمیوں کا پیٹ بھرا (باب ۱۴ آیہ ۱۵-۲۱) اور دریا پر اپنے پاؤں سے چلے (باب ۱۴ آیہ ۲۵) ۔ پھر سات روٹیوں سے چار ہزار کو کھلایا۔ (باب ۱۵ آیہ ۳۸) ۔ پھر دو اندھوں کو بینا کیا (باب ۲۰ آیہ ۳۰-۳۴) ۔ پھر انجیر کے درخت کو سُکھا دیا (باب ۲۱ آیہ ۱۹) وغیرہ۔

اسی طرح جب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے اُن کے اختیار کی بابت پوچھا (باب ۲۱ آیہ ۲۳-۲۴) تب بھی آپ نے کچھ صاف جواب نہ دیا۔
(۲) مرقس باب ۸ آیہ ۱۱-۱۳ میں ہے کہ فریسیوں نے مسیحؑ کے امتحان کے لئے آسمان سے کوئی نشان چاہا۔ اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس

زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔ انتہے۔ یہاں یونس نبی کے نشان کا کوئی ذکر نہیں۔ باینہمہ اس انجیل میں بھی اندھے کو چنگا کرنا۔ چار ہزار کو سات روٹیوں سے سیر کرنا۔ کوڑھی کو چنگا کرنا وغیرہ معجزات حضرت عیسےٰؑ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

(۴۳) لوقا باب ۱۱ آیہ ۱۴-۱۶ و ۳۰ میں ہے کہ مسیحؑ نے ایک دیو کو نکالا۔ مگر دیکھنے والوں نے اس معجزے کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ آزمایش کے لئے ایک آسمانی نشان مانگا۔ آپ نے یونس نبی کے نشان کا وعدہ فرمایا۔ باینہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزات آپ سے منسوب کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے ہیرودیس کے آگے کوئی معجزہ نہیں دکھایا اگرچہ ہیرودیس کو آپ کی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی۔ آپ سے اُس نے بھتیری باتیں پوچھیں پر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

(۴۴) یوحنا باب ۶ آیہ ۳۰ میں ہے کہ یہودیوں نے حضرتِ مسیحؑ سے کہا۔ پس تو کونسا نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھ کے تجھ پر ایمان لاویں۔ تو کیا کرتا ہے انتہے۔ یہاں بھی حضرت عیسےٰؑ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ بلکہ یونس نبی کے نشان کا بھی وعدہ نہ فرمایا۔ باینہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزے حضرت مسیح سے منسوب ہیں۔

اب ہم اس اعتراض کے تحقیقی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر معجزات دکھائے کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دکھائے۔ اور وہ ایسے متواتر و مشہور طریقوں سے ثابت ہیں کہ دُنیا کے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی جیسا کہ اس کتاب کے ناظرین پر روشن ہے۔ مگر کفار قریش کے مکابرہ کا یہ عالم تھا کہ وہ معجزات اُن کے نزدیک گویا معجزے ہی نہ تھے۔ اس لئے سرکشی اور عناد کے سبب اُنہوں نے اور نشانیاں طلب کیں۔ جو عطا نہ کی گئیں۔ جن دو آیتوں سے

معترض نے استدلال کیا ہے۔ اُن میں ایسی نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ مذکور ہے۔ جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝

(بنی اسرائیل - ع) ترجمہ اور ہم کو نہیں روکا نشانیاں بھیجنے سے کسی شئے نے مگر یہہ کہ جھٹلایا اُن کو اگلوں نے۔ اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی سوجھانے کو۔ پھر اُس کا حق نہ مانا۔ اور ہم نہیں بھیجتے نشانیاں مگر ڈرانے کو ابتے۔ اس آیت کا خلاصۂ تفسیر یہہ ہے کہ باری تعالےٰ فرماتا ہے کہ قریش جو باوجود معجزات کثیرہ دیکھنے کے اور نشانیاں (مثلاً کوہ صفا کا سونا ہو جانا اور مکّہ کے پہاڑوں کا دُور کیا جانا تاکہ زمین قابلِ زراعت ہوجائے اور نہروں کا جاری ہوتا تاکہ باغات لگ جائیں) طلب کرتے ہیں۔ ان نشانیوں کے دینے سے ہمیں صرف اس امر نے روکا کہ اس قسم کی نشانیاں ہم نے پہلی اُمتوں کو طلب کرنے پر عطا کیں۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے۔ چنانچہ قوم ثمود نے کہ جن کی ہلاکت کے آثار بوجہ قرب دیار یہہ قریش آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے نشانی طلب کی۔ اور ہم نے اُن کی دُعا پر پتھر میں سے اونٹنی نکالی۔ مگر اس قوم نے اس سے انکار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اُس کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس لئے وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔ کیونکہ ہماری عادت یوں جاری ہے کہ ہم کسی قوم کے سوال پر ایسی آیات کو صرف عذاب استیصال سے ڈرانے کے لئے بطور پیش خیمہ بھیجا کرتے ہیں۔ پس اگر وہ قوم ان آیات کے بعد ایمان نہ لائے۔ تو ہم ضرور اُن پر عذاب استیصال نازل کردیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کفار قریش کے سوال پر ہمارے حبیب کی دُعا سے وہ نشانیاں عطا کی جائیں تو یہہ بھی انہیں [۱] کی طرح

---

[۱] مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ (انبیاء - ع)
ترجمہ - نہیں مانا اُن سے پہلے کسی بستی نے جس کو ہلاک کیا ہم نے۔
بہ ہلا بیہہ مانیں گے ۱۲

تکذیب کریں گے اور عذاب استیصال سے مستوجب ہوں گے۔ مگر ہم نے بمقتضائے حکمت یہ[1] اس امت کو عذاب استیصال سے محفوظ رکھا ہے۔ لہذا ہم نے وہ نشانیاں انکو عطا نہیں کیں۔

وَقَالُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

(عنکبوت - ع ۵) ترجمہ اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اس پر کچھ نشانیاں اُس کے رب سے۔ تو کہہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کی۔ اور میں تو سُنا دینے والا ہوں کھول کر۔ کیا اُن کو بس نہیں کہ ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب کہ اُن پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں بڑی نعمت ہے اور سمجھانا اُن لوگوں کو جو مانتے ہیں انتہٰی۔

اِن آیتوں کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار قریش باوجود ملاحظہ آیات سرکشی وعناد کے سبب ہمارے حبیب پاک کی نسبت کہتے ہیں کہ اِن پر ایسی نشانیاں کیوں نہیں اُتریں جیساکہ ناقہ صالح اور عصائے موسیٰ۔ اے ہمارے حبیب اِن کفار سے کہہ دیجئے کہ ایسی نشانیاں اللہ کی قدرت وحکم میں ہیں۔ وہ اُن کو حسب مقتضائے حکمت نازل کرتا ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ اُن آیات کے ساتھ جو مجھے ملی ہیں کُفّار کو ڈراؤں نہ یہہ کہ وہ نشانیاں لاؤں جو وہ عناد و تعنت سے طلب کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اِن کُفّار کی تردید میں جو ایسی نشانیاں طلب کرتے ہیں یوں فرماتا ہے کہ کیا اُن کو ایک نشانی کافی نہیں جو تمام نشانیوں سے مستغنی کر دینے والی ہے یعنی قرآن کریم جو ہم نے تجھ پر اُتارا ہے۔ وہ ایک زندہ معجزہ ہے۔ ہر مکان و زمان میں ان پر پڑھا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ رہے گا۔ اُس میں بڑی نعمت اور

---

[1] حکمت یہہ کہ اُن میں سے بعض ایمان لائیں گے۔ اور بعض کی نسل سے مومن پیدا ہوں گے۔ فافہم ۱۲

تذکرہ ہے ایمان والوں کے لئے نہ اُنکے لئے جو عناد رکھتے ہیں +

پس اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ آیات بالا سے معجزات کی نفی نہیں پائی جاتی - بلکہ اُن میں باوجود کثرت معجزات ان خاص نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ بیان ہوئی ہے جو کفّار نے محض عناد سے طلب کیں - لہذا عیسائیوں کا یہہ کہنا کہ قرآن میں کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت نے معجزات دکھائے صرف عناد پر مبنی ہے - وہ اپنے مُنہ سے بڑا بول بولتے ہیں (یہوداہ - ۱۶) کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ (کہف - ع ۱) ترجمہ کیا بڑی بات ہوکر نکلتی ہے اُن کے مُنہ سے - سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں انتہے -

اعتذار

میرا ارادہ تھا کہ اسی رسالہ میں بارھواں باب قائم کرکے مضمون اعجاز القرآن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کروں - مگر یہہ رسالہ اپنے معمولی حجم سے زیادہ ہوگیا ہے - اس لئے مضمون مذکور کو ملتوی کرتا ہوں -

ایک گدائے بے نوا اپنے آقائے نامدار حضور شہنشاہِ

دو جہاں صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم کی بارگاہِ عالی میں یہہ ناچیز ہدیہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہے

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

قد وقع الفراغ من هذه العجالة في بلدة لاهور يوم الاثنين الرّابع من شهر السّرور والبهجة مظهر منبع الانوار والرّحمة شهر ربيع الاوّل سنة سبع وثلاثين وثلثمائة بعد الالف والحمد لله ربّ العالمين الصّلوٰة والسّلام على حبيبه سيّدنا محمّد وعلىٰ آله واصحابه واتباعه اجمعين۔

نعتِ شریف

درِ مصطفٰے سنگِ موسےٰ نہیں ہے
یہاں عرش ہے طور سینا نہیں ہے

چلو وادیٔ عشق میں پا برہنہ
یہہ جنگل وہ ہے جس میں کانٹا نہیں ہے

عرب میں عجم میں زمین پر فلک پر
کہاں آپ کا بول بالا نہیں ہے

کجا سیرِ احمد کجا سیرِ موسیٰ
یہاں چرخ نیلی ہے دریا نہیں ہے

خدا کی طرح وہ بھی ہے نورِ یکتا
نظیر اس کی کیا جس کا سایہ نہیں ہے

قیامت میں دوں کس طرح چھوڑ دامن
کہ اس بھیڑ میں کوئی میرا نہیں ہے

کہاں روئے احمد کہاں ماہِ تاباں
یہ وہ حسن ہے جس میں دھبا نہیں ہے

رکے شاہ تو پردے سے آواز آئی
کہ پردے میں آنکھ سے پردہ نہیں ہے

نظر ڈھانپ لے کھول دے چشمِ دل کو
کہ آگے حقیقت ہے دھوکا نہیں ہے

ہے کنج کماں بلبلو گل کی خلوت
یہاں کامِ زاغِ بصر کا نہیں ہے

کہا پھر تو آغوشِ رحمت میں لے کر
جو تیرا نہیں ہے وہ میرا نہیں ہے

بیاں کیا کروں سیرِ اسریٰ کی باتیں
سراسر سرِ پنہاں کا پیدا نہیں ہے

پرے کیا کہوں عالمِ گومگو ہے
خدا جانے کیا بھید ہے کیا نہیں ہے

رکھوں کس سے امیدِ الطاف شاہا
بیاںؔ کا کوئی اور مولا نہیں ہے

دیگر

دارین کے دھنی کی دوری ستا رہی ہے
قدموں کی لوں بلائیں دل میں یہ آ رہی ہے

اے دل تو چل مدینے رستے کا پوچھنا کیا
الفت حبیبِ حق کی خود ہی بلا رہی ہے

محشر میں غل یہ ہوگا سب منتظر ہیں عاصی
جلدی چلو محمد امت بلا رہی ہے

امت کا سن کے کلمہ دوڑیں گے پا برہنہ
کہیں گے میری امت کیوں غل مچا رہی ہے

کہتے تھے یوں بلا کے حوروں کو آج دیکھو
امت حبیبِ حق کی جنت میں جا رہی ہے

پھر دو زخمی کہیں گے آپس میں چپ ہو سب
کانوں میں مصطفےٰ کے آواز جا رہی ہے

اکبر تو چھوڑ جھگڑے دنیا سے کر کنارا
روضہ پہ جا کے مرنا یہی دل میں آ رہی ہے

دیگر

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ

جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ

ماہِ شوال سے عاشق کو کہاں عید
جب تک نظر آجائے نہ ابروئے محمدؐ

کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بار دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ

تھا بیش بہا عشق کے بازار میں یوسف
پر ہو نہ سکا سنگ ترازوئے محمدؐ

گلگشت گلستاں میں پڑھو صلِ علےٰ تم
ہر پھول کی پتی میں رچی بوئے محمدؐ

کعبہ کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبہ کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ

ہر نخلِ بیابانِ عرب مجھ کو ہے طوبےٰ
ہوں شیفتہ میں قامتِ دلجوئے محمدؐ

رضواں کے لئے لے چلو سوغات شہیدی
گر ہاتھ لگے خار و خس کوئے محمدؐ